ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

21

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

مسلسل اشاعت کا
31 واں سال

تنظیم اسلامی کا ترجمان

29 شوال المکرم تا 6 ذوالقعدہ 1443ھ/ 31 مئی تا 6 جون 2022ء

اسلام:

بندوں کی بندگی سے آزادی کا اعلان

''اسلام کے پیش نظر یہ بات کبھی نہ رہی کہ وہ لوگوں کو اپنا عقیدہ قبول کرنے پر مجبور کرے ...... البتہ اسلام صرف ''عقیدہ'' ہی نہیں ہے، بندوں کی بندگی سے انسان کی آزادی کا اعلان ہے۔ وہ اوّل روز سے ہی ایسے نظاموں اور ایسی حکومتوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہتا ہے جن کی بنیاد ہے انسان پر انسان کی حاکمیت اور انسان کے لیے انسان کی عبودیت ...... پھر وہ افراد پر سے سیاسی دباؤ اٹھا لینے اور تفہیم و تبلیغ سے عقل و روح میں روشنی پہنچا دینے کے بعد انہیں عملاً آزاد چھوڑ دیتا ہے کہ اپنی مرضی سے جو عقیدہ چاہیں اختیار کریں۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ خواہشات نفس کو اپنا الٰہ بنالیں یا خود اپنی پسند سے بندوں کی بندگی اختیار کرلیں! یا اللہ کے بجائے اپنے ہی اندر کے کچھ افراد کو اپنا رب بنالیں! ...... ایسا نظام جو دنیا میں انسانوں پر حکمرانی کرے، اُس کے لیے صرف اللہ کی عبودیت پر قائم ہونا شرط ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب شرائع و احکام صرف بارگاہ الٰہی سے حاصل کیے جائیں اور اس عالمگیر نظام کے سائے میں رہتے ہوئے ہی ہر فرد جو عقیدہ چاہے اپنائے! اسی طرح ''دین'' یعنی کامل تسلیم و رضا اور مکمل پیروی و بندگی اللہ تعالیٰ کے لیے ہو سکے گی۔''

نقوشِ راہ: سید قطب شہید رحمۃ اللہ علیہ

اس شمارے میں

مفاہمت، وگرنہ......

تنظیم اسلامی اور سیاست

تنظیم اسلامی کے وفد کی عمران خان سے ملاقات

امیر سے ملاقات (چوتھی قسط)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحمل مزاجی

اپنی شناخت

الھدیٰ
ڈاکٹر اسرار احمدؒ 987

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلانے اور قتل کرنے کا اندیشہ

سُورۃُ الشُّعَرَاء | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات:10 تا 4

وَ اِذۡ نَادٰی رَبُّکَ مُوۡسٰۤی اَنِ ائۡتِ الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿ۙ۱۰﴾ قَوۡمَ فِرۡعَوۡنَ ؕ اَلَا یَتَّقُوۡنَ ﴿۱۱﴾
قَالَ رَبِّ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اَنۡ یُّکَذِّبُوۡنِ ﴿ؕ۱۲﴾ وَ یَضِیۡقُ صَدۡرِیۡ وَ لَا یَنۡطَلِقُ لِسَانِیۡ
فَاَرۡسِلۡ اِلٰی ہٰرُوۡنَ ﴿۱۳﴾ وَ لَہُمۡ عَلَیَّ ذَنۡۢبٌ فَاَخَافُ اَنۡ یَّقۡتُلُوۡنِ ﴿ۚ۱۴﴾

آیت:۱۰ ﴿وَاِذۡ نَادٰی رَبُّکَ مُوۡسٰۤی اَنِ ائۡتِ الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۰﴾﴾ ’’اور یاد کرو جب پکارا تھا آپؐ کے رب نے موسیٰؑ کو کہ جاؤ ظالم قوم کے پاس۔‘‘

آیت:۱۱ ﴿قَوۡمَ فِرۡعَوۡنَ ؕ اَلَا یَتَّقُوۡنَ ﴿۱۱﴾﴾ ’’(یعنی) قومِ فرعون کے پاس۔ کیا وہ ڈرتے نہیں؟‘‘

آیت:۱۲ ﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اَنۡ یُّکَذِّبُوۡنِ ﴿۱۲﴾﴾ ’’اُسؑ نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے۔‘‘

آیت:۱۳ ﴿وَیَضِیۡقُ صَدۡرِیۡ وَلَا یَنۡطَلِقُ لِسَانِیۡ فَاَرۡسِلۡ اِلٰی ہٰرُوۡنَ ﴿۱۳﴾﴾ ’’اور میرا سینہ بھنچتا ہے اور میری زبان بھی رواں نہیں‘ لٰہذا آپ (یہ پیغام) ہارونؑ کی طرف بھیجیے!‘‘

تاکہ اس عظیم مشن میں وہ میرے دست و بازو بنیں اور اس کام میں میرا ہاتھ بٹائیں۔

آیت:۱۴ ﴿وَلَہُمۡ عَلَیَّ ذَنۡۢبٌ فَاَخَافُ اَنۡ یَّقۡتُلُوۡنِ ﴿۱۴﴾﴾ ’’اور میرے ذِمّے ان کا ایک جرم بھی ہے‘ چنانچہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔‘‘

مصر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ایک قبطی قتل ہو گیا تھا۔ اس واقعہ کی تفصیل سورۃ القصص میں آئے گی۔ اگرچہ یہ قتل عمد نہیں بلکہ قتل خطا تھا‘ لیکن تھا تو بہرحال قتل۔ اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اندیشہ درست تھا کہ وہ انہیں دیکھتے ہی گرفتار کر لیں گے اور مقدمہ چلا کر سزائے موت کا مستحق ٹھہرا دیں گے۔

درس حدیث

قومی عزت و آبرو کا انحصار

عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: ((اِذَا کَانَ اُمَرَاءُ کُمۡ خِیَارَکُمۡ وَاَغۡنِیَاءُ کُمۡ سُمَحَاءَ کُمۡ وَاُمُوۡرُکُمۡ شُوۡرٰی بَیۡنَکُمۡ فَظَھۡرُ الۡاَرۡضِ خَیۡرٌ لَّکُمۡ مِنۡ بَطۡنِھَا، وَاِذَا کَانَ اُمَرَاءُ کُمۡ شِرَارَ کُمۡ وَاَغۡنِیَآءُ کُمۡ بُخَلَاءَ کُمۡ وَاُمُوۡرُ کُمۡ اِلٰی نِسَآئِکُمۡ فَبَطۡنُ الۡاَرۡضِ خَیۡرٌ لَّکُمۡ مِنۡ ظَھۡرِھَا)) (رواہ الترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’جب نیک اور لائق اشخاص تمہارے حکمران ہوں اور تمہارے مال دار لوگ محسن اور فیاض ہوں اور تمہارے اجتماعی معاملات باہم صلاح و مشورے سے طے ہوا کریں تو تمہارے لیے زمین کی پشت اس کے پیٹ سے بہتر ہے اور جب تمہارے بدترین لوگ تمہارے اوپر حکومت کرنے لگیں اور تمہارے مال دار کنجوس اور بخیل ہو جائیں اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں تو اس وقت تمہارے لیے زمین کا پیٹ زمین کی پشت سے بہتر ہوگا۔‘‘

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
29 شوال تا 6 ذوالقعدہ 1443ھ جلد 31
31 مئی تا 6 جون 2022ء شمارہ 21
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 20 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 800 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (14300 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (10800 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مفاہمت، وگرنہ........

گزشتہ پون صدی میں چار مرتبہ مارشل لاء کی زد میں آنے والے پاکستان میں اب جمہوری روایات کچھ پختہ ہونا شروع ہوئی تھیں۔ میڈیا آزاد ہوا تھا یعنی اس پر حکومتی کنٹرول ختم ہوا تھا۔ اگرچہ اس کی مادر پدر آزادی نے اخلاقی اور معاشرتی سطح پر اسلام کے نام پر بننے والے ملک کو شدید نقصان پہنچایا۔ بہرحال سیاسی سطح پر اب حکومتوں کا اس کا گلا گھونٹنا آسان نہ رہا تھا اور حکومتیں اپنے سربراہ سمیت شدید تنقید کی زد میں رہتی ہیں۔ پھر یہ کہ اپوزیشن کو جلسے جلوس کی عام اجازت تھی۔ سیاسی قیدیوں کا تصور ختم ہو چکا تھا۔ یہاں تک کہ گزشتہ چند سال میں لانگ مارچ اور دارالحکومت میں دھرنوں کا عام رواج ہو گیا تھا۔ تحریک انصاف نے 126 دن کا اسلام آباد میں دھرنا رہا۔ مولانا فضل الرحمٰن کی جمعیت علماء اسلام نے اسلام آباد میں دھرنا دیا۔ پاکستان پیپلز پارٹی نے بلاول بھٹو کی قیادت میں کراچی سے اسلام آباد تک لانگ مارچ کیا، کسی قسم کی پابندیاں نہ لگیں لہٰذا یہ سب کچھ خیر و عافیت سے انجام پایا اور کسی قسم کا جانی و مالی نقصان نہ ہوا۔ لیکن 25 مئی کو تحریک انصاف کے شروع ہونے والے لانگ مارچ میں سب کچھ اُلٹ گیا۔ مارچ کا اعلان ہوتے ہی PDM کی حکومت نے ملک بھر میں تحریک انصاف کے کارکنوں کی گرفتاریاں شروع کر دیں، یہاں تک کہ حکومت مخالف صحافی بھی حکومت کے غیض و غضب کا نشانہ بنے۔

مارچ سے ایک دن پہلے چادر اور چار دیواری کے تقدس کو بری طرح پامال کر کے پولیس گھروں میں کود گئی۔ کسی کے پاس سرچ وارنٹ نہیں تھے۔ مصورِ پاکستان علامہ اقبال کے بیٹے کی رہائش گاہ پر بھی پولیس گیٹ توڑ کر اندر داخل ہوگئی جو اُن کی اکیاسی (81) سالہ بہو کے لیے بڑا پریشان کن تھا۔ پھر یہ کہ مارچ سے ایک دو روز پہلے اسلام آباد کی طرف جانے والی تمام سڑکیں کنٹینروں سے بند کر دی گئیں۔ جن کارکنوں نے پھر بھی جانے کی کوشش کی اُن پر بے دریغ لاٹھیاں برسائیں گئیں۔ آنسو گیس کے شیل بارش کی طرح برس رہے تھے۔ خواتین کو بھی معاف نہ کیا گیا، اُنہیں گاڑیوں سے گھسیٹ کر نکالا گیا اور قیدیوں کی وین میں ڈالا گیا۔ گویا تمام ملک حکومت اور اپوزیشن کے درمیان میدان جنگ بن گیا۔ خیبر پختونخوا میں چونکہ تحریک انصاف کی حکومت ہے، وہ اٹک کے پل تک تو آسانی سے پہنچ گئے۔ لیکن اُس سے آگے رکاوٹیں کھڑی کر دی گئیں اُدھر سے آنے والے کارکنوں کی تعداد چونکہ بہت زیادہ تھی لہٰذا وہ رکاوٹیں ہٹانے میں کامیاب ہو گئے اور زبردستی پنجاب میں داخل ہو گئے۔ ہماری رائے میں یہ بندشیں، یہ رکاوٹیں جمہوری اور آئینی نقطہ نظر سے تو غلط اور قابل تشویش تھیں، یہ معاشی لحاظ سے بھی انتہائی نقصان دہ اور ضرر رساں تھیں۔

اخباری اطلاعات کے مطابق طرفین کے چھ افراد جاں بحق ہوئے۔ ان خاندانوں کے لیے تو یہ قیامت تھی جو اُن پر ڈھا دی گئی۔ سوال یہ ہے کہ اگر اسلام آباد کے ریڈ زون اور سفارتی انکلوژر کو محفوظ بنا لیا جاتا اور لوگوں کو آنے دیا جاتا تو اس صورت میں لاکھوں کی تعداد میں بھی لوگ اگر اسلام آباد میں داخل ہو

جاتے تو بالآخر ایک بڑے جلسے کے سوا کیا کر لیتے، جیسا کہ ماضی میں کئی مرتبہ ہوا۔ قصہ کوتاہ ان غیر قانونی اور غیر جمہوری اقدامات سے حکومت کو سوائے بدنامی کے کچھ نہ ملا۔ علاوہ ازیں پہلے سے موجود کشیدگی میں کئی گنا اضافہ ہو گیا۔ فضا میں مزید تلخیاں گھول دی گئیں جن سے یقیناً ماحول زہر آلود ہو گیا۔

عمران خان نے دھرنا دینے کی بجائے واپس لوٹنے کا فیصلہ کیا، لیکن حکومت کو چھ دن کا الٹی میٹم دے دیا کہ وہ اس عرصہ میں انتخابات کی تاریخ دے دے وگرنہ وہ بہت بڑی عوامی قوت کے ساتھ دوبارہ آئے گا۔ اگر تو یہ چھ دن کسی بیک ڈور مفاہمت کا نتیجہ ہے اور حکومت نئے انتخابات کی تاریخ کا اعلان کر دیتی ہے تو ہم سمجھیں گے کہ اس شر سے خیر برآمد ہو گیا۔ لیکن اگر حکومت انتخابات کی تاریخ دینے سے گریز کرتی ہے اور تاخیری حربے اختیار کرتی ہے تو عمران خان سے یہ توقع رکھنا کہ وہ آرام سے بیٹھ جائے گا، حماقت ہوگی۔ عمران خان نے لانگ مارچ سے قبل اعلان کیا تھا کہ وہ اسلام آباد سے اُس وقت تک واپس نہیں آئے گا جب تک انتخابات کی تاریخ کا اعلان نہیں ہوتا۔ لیکن اُس نے چھ دن کے لیے یہ معاملہ التوا میں ڈال دیا جس سے یہ تاثر ابھرا کہ اُس نے پسپائی اختیار کی ہے اور بعض اطلاعات کے مطابق اُس کے جوشیلے اور پُرجوش نوجوان ساتھی مایوس ہوئے ہیں، جو کسی سیاست دان کے لیے ناقابل برداشت نقصان ہوتا ہے۔

ہماری رائے میں عمران خان کا اسلام آباد سے واپسی کا فیصلہ اُس کی سیاست اور ذات کے لیے نقصان دہ تھا، لیکن ملک اور قوم کے وسیع تر مفاد میں تھا۔ اُس کے لچک دکھانے سے تصادم اور خونریزی کا خطرہ ٹل گیا۔ لیکن اگر چھ دن کے بعد وہ نئی تاریخ دیتا ہے اور حکومت کسی قسم کی لچک نہیں دکھاتی تو چند ہفتوں یا ایک ماہ بعد انتہائی خطرناک مناظر ہمیں دیکھنا پڑیں گے۔ حکومت کا معاملہ یہ ہے کہ وہ متضاد سگنلز دے رہی ہے۔ ایک طرف وزیر اعظم شہباز شریف نے قومی اسمبلی کے اجلاس میں کچھ مثبت باتیں کی ہیں اور انتخابات کے انعقاد کے حوالے سے ایک کمیٹی کے قیام کی تجویز دی ہے اور دوسری طرف وزیر خزانہ مفتاح اسماعیل نے پٹرول کا نرخ بڑھانے کی خبر دیتے ہوئے یہ اعلان بھی کیا ہے کہ انتخابات اسمبلی کی آئینی مدت پوری ہونے کے بعد کروائے جائیں گے۔ ہمارے نزدیک وزیر خزانہ کا یہ کہنا تو اتنی اہمیت نہیں رکھتا کہ سیاست دان ایسی بڑھک بازی کرتے رہتے ہیں۔ البتہ اس موقع پر ہر قسم کے تیل پر 30 روپے فی لیٹر کا اضافہ ظاہر کرتا ہے کہ حکومت ابھی انتخابات کے موڈ میں نہیں اگر انہوں نے فوری انتخابات کا اعلان کرنا ہوتا تو اضافے کا یہ بوجھ اپنے سر کیوں لیتے۔ واللہ اعلم!

پٹرول کی قیمتوں کے بڑھانے سے IMF ہماری جھولی میں کچھ ڈال دے گا جس سے قرضہ اور سود دونوں میں اضافہ ہو جائے گا لیکن ہم چند ماہ کے لیے معاشی بحران کی سنگینی سے محفوظ ہو جائیں گے۔ البتہ اس سے عوام کی چیخیں نکلیں گی اور عمران کے لیے یہ آسان ہو جائے گا کہ وہ اگلی کال پر زیادہ لوگوں کو اکٹھا کر سکے۔ کیا عمران کی سیاست اُسے یہ اجازت دے گی کہ وہ ایک بار پھر اسلام آباد سے خالی ہاتھ واپس آ جائے۔ لہٰذا کیا منظر بنے گا؟ اس کا تصور کرتے ہوئے رونگٹے کھڑے ہو رہے ہیں۔ اللہ پاکستان کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ یہ کہتے ہوئے اپنے کرتوتوں پر کراہت آ رہی ہے۔ حقیقت میں تو ہم قرآن پاک کی سورۃ انعام کی آیت نمبر 65 ”کہہ دو کہ وہ (اس پر بھی) قدرت رکھتا ہے کہ تم پر اوپر کی طرف سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے عذاب بھیجے یا تمہیں فرقہ فرقہ کر دے اور ایک کو دوسرے (سے لڑا کر آپس) کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔ دیکھو ہم اپنی آیتوں کو کس کس طرح بیان کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ سمجھیں۔“ کے مصداق ہم بدترین عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں۔ اے کاش ہمارے لیڈران ہی نہیں ہمارے عوام بھی اس زوال، اس بدحالی اور اس عذاب کی اصل وجہ سمجھ سکیں۔ ہم اللہ سے وعدہ کر کے صاف صاف مکر گئے۔ ہم نے آخرت کی بجائے دنیا کا انتخاب کیا۔ ہم اللہ اور رسول ﷺ سے کھلی جنگ بھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ہم مغرب کی بے حیا تہذیب کو اپنا چکے ہیں۔ ہم اپنی ذات کے اسیر ہو چکے ہیں۔ ہمارے دلوں میں اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف بغض بھر چکا ہے۔ ہم نے اپنی انا کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔ اسلام کو ہمارے لیڈر اپنی سیاست کے لیے استعمال کرتے ہیں اور عوام کو اسلام اپنی دنیوی ضروریات کے حوالے سے یاد آتا ہے۔

یہ تصادم اگرچہ ملکی سلامتی کے حوالے سے بہت خطرناک نظر آتا ہے لیکن اس کا ایک مثبت پہلو بھی سامنے آ سکتا ہے۔ آج کے سیاست دانوں کی دھینگا مشتی سے اگر یہ فرسودہ نظام ڈھیر ہو جاتا ہے اور دین سے مخلص کوئی جماعت ملکی نظام کو ازسرِنو دین اسلام کی حقیقی بنیادوں پر کھڑا کرتی ہے تو یہ دھینگا مشتی نعمت بھی ثابت ہو سکتی ہے۔ ہمیں اللہ رب العزت سے دعا کرنا چاہیے کہ وہ اس شر سے یہ خیر نکالے۔ بہرحال زمینی حقائق تو یہ ہیں کہ حالی کا یہ شعر:

اے خاصۂ خاصانِ رُسلؐ وقتِ دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

موزوں ترین تبصرہ محسوس ہوتا ہے۔

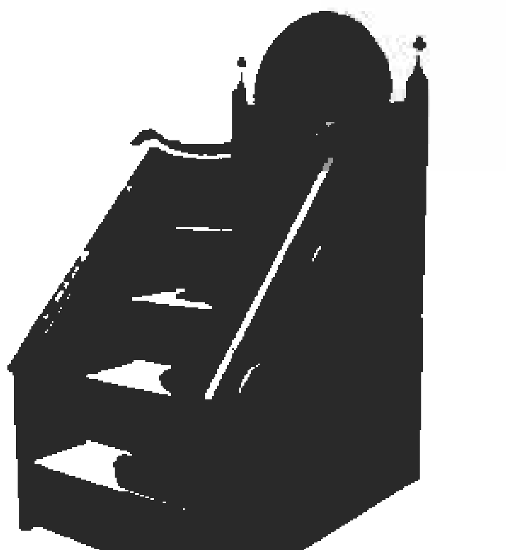

تنظیم اسلامی اور سیاست

(منہج انقلاب نبوی ﷺ کی روشنی میں)

جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 20 مئی 2022ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

آج کی نشست میں سیاسی امور کے حوالے سے کچھ گزارشات آپ کے سامنے رکھنی ہیں۔ استاد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ ملکی معاملات پر تبصرے فرمایا کرتے تھے۔ آج بھی ان کے بہت سارے شارٹ کلپس ہیں جو زبان زدعام ہیں اور جو اللہ تعالیٰ نے ان کو سیاسی بصیرت عطا فرمائی تھی اس کی روشنی میں وہ ملک وملت کی بہتری کے لیے جو تبصرے کیا کرتے تھے وہ آج بھی سنے جا رہے ہیں۔ انہوں نے کئی مرتبہ وضاحت فرمائی کہ سیاسی امور پر تبصرہ کیوں ضروری ہے اور ہمارے دین میں سیاست کی اہمیت کیا ہے، ہم اگر سیاست پر کلام کرتے ہیں یا تبصرہ کرتے ہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں اور اس کے لیے دینی دلائل ہمارے پاس کیا ہیں۔ گزشتہ دنوں میری عمران خان سے ملاقات ہوئی جس کا سوشل میڈیا پر کچھ زیادہ ہی چرچا ہوا ہے۔ ان کی جماعت کی طرف سے سوشل میڈیا پر کچھ ایسا تاثر دیا گیا کہ دینی حضرات آ کر ان کی تحسین کر رہے ہیں۔ بہر حال ہم نصح وخیر خواہی کے جذبے سے گئے تھے۔ وضاحت کے لیے ضروری ہے کہ یہاں ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا وہ مقدمہ پیش کیا جائے جو انہوں نے 1993ء کی ایک طویل تقریر میں بیان کیا تھا کہ دین اور سیاست کا تعلق کیا ہے؟

دین اور سیاست کا تعلق

یہ بڑا حساس موضوع ہے، اس لیے کہ وہ لوگ جن کے سامنے دین کا جامع تصور نہ ہو وہ تو سیاست کو گالی ہی سمجھتے ہیں۔ واضح رہے کہ ہم دین اسلام کو مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے نظام زندگی کے طور پر دین عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ کا تقاضا ہے:

﴿ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۠﴾ (البقرۃ:208)

’’اسلام میں داخل ہو جاؤ پورے کے پورے۔‘‘

تاریخ انسانی اور تاریخ انبیاء بتاتی ہے کہ کوئی معاشرہ ہو، ملک ہو اس کا انتظام چلانا، اس کے معاملات کو ٹھیک کرنا سیاست کہلاتا ہے۔ بنی اسرائیل کی تاریخ کے بارے میں واضح حدیث ہمیں ملتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء)) (صحیح بخاری و مسلم)

یعنی ایک نبی جب دنیا سے چلے جاتے تو دوسرے نبی ان

مرتب: ابوابراھیم

کے خلیفہ بنتے، نیابت کرتے۔ ہم جانتے ہیں کہ حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو اللہ نے بادشاہت عطا فرمائی۔ اس تعلق سے دیکھا جائے تو سیاست کا یہ کام انبیاءؑ نے بھی کیا ہے۔ اجتماعی معاملات میں اگر اللہ کا حکم نہ چلے تو ہم پورے دین پر عمل نہیں کر سکتے۔ قرآن حکیم کہتا ہے:

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ﴾ (یوسف:40)

’’اختیارِ مطلق تو صرف اللہ ہی کا ہے۔‘‘

اور اللہ تعالیٰ کا یہ حکم صرف مسجد میں نہ چلے بلکہ یہ معاشرے میں، کاروبار میں، معیشت، عدالت اور ریاستی امور میں بھی چلے۔ یہ ہے اسلام کا تقاضا۔ دین مکمل ضابطہ حیات ہے اور اس پر عمل کرنے کا مطالبہ فقط انفرادی زندگی میں نہیں بلکہ اجتماعی زندگی میں بھی ہے۔

اگر ایک اسلامی ریاست واقعتاً قائم ہو اور وہاں معاملات اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق چلیں تو یہ سیاست کا معاملہ عبادت کا درجہ حاصل کر جائے گا اور یہ کار نبوت بھی ہے۔ یعنی یہ سارا طرز عمل کوئی دین سے باہر نہیں ہے بلکہ یہ عین دین کا تقاضا ہے اور یہ عبادت ہوگی کیونکہ انبیاء ورسلؑ نے یہ کام کر کے دکھایا ہے۔ جو اقبال نے کہا ہے ؎

جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اگر اللہ کا حکم نافذ نہیں ہوگا تو ظالموں کا حکم چلے گا، ظلم ہوگا تو مخلوق خدا ظلم کی چکی میں پستی رہے گی۔ اگر کہیں غیر اسلامی حکومت ہو اور وہ کسی مسلم کو کوئی منصب پیش کرے تو لوگوں کی خدمت، ان کے مسائل کے حل کے لیے ایسے منصب کو قبول بھی کیا جا سکتا ہے۔ تاریخ کی سب سے بڑی مثال حضرت یوسف علیہ السلام کی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام جب مصر میں تھے تو اس وقت کا بادشاہ اللہ کی وحی کے مطابق نظام نہیں چلا رہا تھا مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے لوگوں کی بہبود کے لیے پیشکش قبول کی۔ البتہ یاد رہے کہ خود سے اپنے آپ کو پیش کرنا کہ میں بڑا استحقاق رکھتا ہوں، مجھے منصب ملنا چاہیے یہ قطعاً پسندیدہ نہیں ہے۔

نظام حکومت اگر غیر اسلامی ہو، جہاں شریعت کی بالادستی نہیں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کو بالادست نہ مانا جاتا ہو جیسے بہت سارے غیر مسلم ممالک اور کئی مسلم ممالک میں یہی ہو رہا ہے۔ ایسے غیر اسلامی ماحول میں کسی مومن کا از خود منصب سنبھالنا بالکل ہی غلط ہو

گا۔بعض فقہاء خاص طور پر عرب کے علماء تو اس کو کھلا حرام بھی قرار دیتے ہیں۔ دیگر فقہاء نے اس سے کمتر بھی بات کہی ہے لیکن یہ قطعاً پسندیدہ نہیں کہ نظام غیر اسلامی ہو، غیر اسلامی حکومت ہو اور اس میں کوئی آگے بڑھ کر منصب کے حصول کی کوشش کرے۔

اس ضمن میں آخری بات یہ ہے کہ اگر اسلامی ریاست قائم ہو جائے تو پھر قومی معاملات کو چلانے کے لیے، لوگوں کی بہبود کے لیے، ملکی انتظام چلانے کے لیے اگر کوئی عملی سیاست میں آتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ ملک وملت کی بہبود کے لیے کوشش کرے تو اس کے لیے اجرو ثواب ہے۔ البتہ یہ سارا معاملہ نیت پر ہوگا کہ کون ملک وملت کے انتظام کو چلانے کے لیے آرہا ہے اور کون اپنے مفادات کے لیے آرہا ہے۔ اور نیت بندے اور رب کے درمیان کا معاملہ ہے۔

دلچسپ نکتہ سمجھ لیں۔ حدیث کی رو سے سیاست عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں انتظام۔ لیکن معروف معنوں میں اس سے مراد ملکی انتظام چلانا ہے۔ ورنہ گھر کا نظام چلانا بھی سیاست ہے، کسی ادارے کا نظام چلانا بھی سیاست ہے۔ فی نفسہ یہ کوئی بری شے نہیں ہے۔ البتہ دیکھا یہ جائے گا کہ کون سا نظام چلایا جارہا ہے اور چلایا کس طرح جارہا ہے اس پر توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے دین میں سیاست کے لیے راہنمائی موجود ہے۔

پاکستان کے معروضی حالات

1۔اس کا نام ہے اسلامی جمہوریہ پاکستان۔ ہم نے طے بھی کیا تھا کہ اے اللہ ایک خطہ زمین چاہیے جہاں تیری اور تیرے رسول ﷺ کی اطاعت ہوگی۔ یہی بات سورۃ الحجرات کی پہلی آیت میں آتی ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ (الحجرات:1) ''اے اہل ایمان مت آگے بڑھو اللہ اور اُس کے رسول سے۔''

یعنی تمام معاملات میں ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے تابع ہو جائیں، اسی لیے ہم نے اللہ سے پاکستان کا خطہ زمین مانگا تھا، اس کے لیے جانیں دی گئی تھیں۔ نام بھی رکھ دیا اسلامی جمہوریہ پاکستان۔ ہم نے قرار دادِ مقاصد میں طے بھی کر دیا کہ حاکمیت اس ملک میں اللہ کے لیے ہے اور قانون سازی کتاب وسنت کے خلاف نہیں ہوگی۔ لیکن عملی طور پر معروضی حالات یہ ہیں کہ یہ مسلمانوں کا ملک ہے اسلام کا نہیں۔ یہاں مسلمان 98 فیصد رہتے ہیں، اس کا نام بھی اسلامی ہے لیکن کیا یہ واقعتاً اسلامی ہے۔ یہ سود کے دھندے، یہ بے حیائی کا طوفان، یہ جوئے سٹے کا بازار، یہ شرعی سزاؤں کا نافذ نہ ہونا، زکوٰۃ اور عشر کے حوالے سے احکامات کا نفاذ نہ ہونا، یہ سارا کچھ اسی ملک میں ہے۔ کیا یہ سارا کچھ اسلام ہے؟ سخت بات ہے لیکن حقیقت یہی ہے جیسے ہمارا نام مسلمانوں والا ہے مگر ایسے مسلمان ہیں کہ نمازی بھی ہیں سودخوری اور دوسرے گناہ بھی کرتے ہیں۔ اسی طرح اس ملک کا نام بھی اسلامی ہے مگر قوانین غیر اسلامی، حرکتیں غیر اسلامی۔ یعنی جیسے ہم مسلمان ہیں ویسے یہ ملک بھی مسلمان ہے مگر حقیقت میں یہ اسلامی نہیں ہے۔ البتہ اس بات میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ ملک بنا اسلام کے نام پر تھا، مختلف زبانوں، مختلف علاقوں اور مختلف رنگ ونسل کے لوگوں کو جوڑ کر ایک پاکستانی قوم بنانے والا نظریۂ پاکستان: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ تھا۔ اب اس قوم کی بقا اور سلامتی بھی اسی کلمہ طیبہ سے جڑی ہے۔ اسلام جب ہٹا، زبان، رنگ ونسل کے تعصبات اُبھرے تو ملک 1971ء میں دولخت ہو گیا اور بنگالیوں نے نام رکھا: بنگلہ دیش۔ بہرحال اسلام سے پیچھے آئیں تو اس ملک کا کوئی جواز رہتا نہیں ہے۔ اس کا استحکام، اس کا دوام اور تسلسل اسلام سے کم تر پر ممکن ہی نہیں۔ اگر ہم اسلام نہ لائیں تو کوئی شے ہمیں جوڑنے والی نہیں۔ ہمارے ماضی کے حکمران بھی نعرے لگاتے رہے، سب نے نعرے لگائے۔ کوئی کہتا ہے معیشت کو اچھا کر دیں گے، کوئی کہتا ہے باہر والوں سے تعلقات اچھے کر دیں گے۔ کوئی کہتا

پریس ریلیز 27مئی 2022ء

آئی ایم ایف کی ڈکٹیشن قبول کرنا خودکو سامراجی قوتوں کی غلامی میں دینا ہے

شجاع الدین شیخ

آئی ایم ایف کی ڈکٹیشن قبول کرنا خودکو سامراجی قوتوں کی غلامی میں دینا ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے آئی ایم ایف کی طرف سے پروگرام بحال کرنے کے لیے شرط پر حکومت کا پیٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں ہوش ربا اضافے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ تاریخ گواہ ہے کہ آئی ایم ایف عالمی مالیاتی استعمار کا ایک ایسا آلہ ہے جسے طاقتور مغربی ممالک ترقی پذیر ممالک کو معاشی طور پر مفلوج اور معذور کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ مملکت خداداد پاکستان نے آئی ایم ایف کے گزشتہ 23 پروگراموں کی وجہ سے سودی قرضے میں اضافہ اور مہنگائی کے طوفان کے علاوہ کیا پایا ہے۔ کمرتوڑ مہنگائی سے پہلے ہی عوام کا جینا دوبھر ہو چکا ہے۔ پٹرولیم مصنوعات میں تباہ کن اضافے سے مزید عوامی ردعمل سامنے آئے گا جس سے ملک کے امن وامان کو بھی خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ حکمرانوں کو یہ فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ پاکستان ایک ایٹمی اسلامی ملک ہونے کی وجہ سے طاغوتی قوتوں کو بری طرح کھٹکتا ہے۔ اُنہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ غیر ترقیاتی اخراجات میں کٹوتی کر کے عوام کو زیادہ سے زیادہ ریلیف دیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ ملک کو معاشی غلامی اور عالمی مالیاتی استعمار کی جکڑ بندیوں سے نجات دلانے کے لیے ناگزیر ہے کہ پاکستان کی معیشت کو حقیقی اسلامی اصولوں پر اُستوار کر کے خود کفالت کا ہدف حاصل کیا جائے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

ہے دنیا کے سامنے اپنا سافٹ امیج پیش کردیں گے، کوئی کہتا ہے پروگریسو امیج دنیا کے سامنے پیش کردیں گے۔ یہ سب کچھ کرکے ہم نے دیکھ لیا، ہمارے مسائل بڑھتے ہی چلے گئے، کم نہیں ہوئے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ ملک اسلام کی بنیاد پر بنا تھا اور اس کا استحکام بھی اسلام سے وابستہ ہے۔

2۔ جب پاکستان واقعتاً اسلامی ریاست نہیں ہے تو پھر ہم سیاست میں حصہ کیوں لے رہے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سیاست کے دو بنیادی پہلو ہیں: نظری سیاست، عملی سیاست۔ ویسے تو ہر بندہ کہیں نہ کہیں سیاسی ہے، جو دہی لینے کے لیے گھر سے باہر نکلتا ہے وہ بھی واپس آکر تجزیے کر رہا ہوتا ہے۔ نظری سیاست یہی ہے کہ کوئی بھی شعور رکھنے والا انسان ملکی حالات سے بے پروا نہیں ہو سکتا، وہ کوئی نہ کوئی رائے تو ضرور دے گا۔ آپ میڈیا کے اینکر پرسنز اور صحافیوں کو دیکھ لیں جو عملی سیاست میں حصہ نہیں لیتے لیکن ساری دنیا رات کو ان کے تجزیے سنتی ہے اور پھر تبصرے کرتی ہے۔ اب تو حد یہ ہے کہ حکمران اور اپوزیشن والے انہی صحافیوں کو لوگوں کی ذہن سازی کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہی نظری سیاست ہے۔ اسی طرح عملی سیاست کے بھی دو پہلو ہیں۔ عملی سیاست کا ایک پہلو یہ ہے کہ ملک کے سیاسی نظام میں حصہ لو، اپنی بات پیش کرو، اگر حکمران بن گئے تو اختیارات کو استعمال کرو ورنہ اپوزیشن میں بیٹھ کر حکمرانوں کے خلاف باتیں کرو اور آئندہ الیکشن کی تیاری کروتا کہ تم غالب آجاؤ اور پھر اپنے طور پر نظام کو چلانے کی کوشش کرو۔ اس عملی سیاست کا معروف پہلو انتخابی سیاست ہے۔ ہم (یعنی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی جماعت تنظیم اسلامی) اس انتخابی سیاست کا حصہ نہیں ہیں لیکن ہم انقلابی سیاست کی بات کرتے ہیں۔ نظری سیاست تو سب ہی کرتے ہیں ہم بھی کرتے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ تبصرے کیا کرتے تھے، حکمرانوں تک بات پہنچاتے تھے۔ اگر وہ خود آکر ملتے تو بات پہنچاتے، جا کر بات پہنچاتے، کبھی خطاب جمعہ کے ذریعے بات پہنچانا چاہتے۔ ان کو مشورے بھی دیا کرتے تھے، تنقید بھی کرتے تھے، کوئی خیر کی بات کسی کی جانب سے آتی تو اس کی تائید بھی کرتے تھے۔ اسی اصول کی بنیاد پر ہم بھی نظری سیاست کرتے ہیں۔ جمعہ کے خطبات میں بھی ذکر آجاتا ہے۔ البتہ ہم عملی سیاست میں انتخاب میں حصہ نہیں لیتے اور پورے شعور کے ساتھ اور پوری دیانتداری کے ساتھ سمجھتے ہیں کہ اس راستے سے نظام چل تو سکتا ہے بدل نہیں سکتا اور 75 سال کی گواہی بھی اب ہمارے سامنے ہے۔ تاریخ میں نظام جب بھی بدلا ہے اور جب بھی بدلے گا وہ انقلاب کے راستے سے بدلے گا۔ اسی لیے ہم اس انقلابی سیاست کی بات کرتے ہیں، انقلابی راستے کی بات کرتے ہیں۔ یعنی نظام کو بدلنے کے لیے ایک منظم جماعت تیار کرکے، تحریک برپا کرکے شریعت کی بالادستی کے لیے جدوجہد کرنے پر یقین رکھتے ہیں۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو بقول ڈاکٹر اسرار احمدؒ ہم 75 فیصد سیاسی ہیں۔

3۔ بہر حال ابھی نظام تو بدلتا ہوا نظر نہیں آتا اس درمیانی عرصے میں ہم کیا کریں؟ اس کے لیے پھر دعوت و تبلیغ کا کام ہے۔ اسلام کو نظام عدل کے طور پر پیش کرنا، اس کے محاسن کو بیان کرنا، باطل نظام کی تباہ کاریوں کو بیان کرنا، لوگوں کے ذہنوں کو بدلنے کی کوشش کرنا، ان میں شعوری ایمان پیدا کرنے کی کوشش کرنا، ان کو اللہ والا بنانے کی کوشش کرنا، ان کو منظم کرنے کی کوشش کرنا، ایک منظم جماعت میں سمع وطاعت کے ڈسپلن میں ان کو پرونے کی کوشش کرنا ہمارا کام ہے۔ پھر کبھی موقع آئے گا تو باطل نظام کو ہم چیلنج کرنے کی کوشش کریں گے۔

یہ ملک ہمیں عزیز ہے۔ ہماری محبت کسی انتخابی سیاست والی جماعت سے نہیں ہے بلکہ ہماری محبت اسلام سے ہے اور پاکستان سے ہے کیونکہ ہم نے اس ملک کو اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا۔ اصولی معاملہ یہی ہے کہ انتخابی سیاست سے چہرے ہی بدلیں گے نظام نہیں بدلے گا۔ انقلابی راستے کے بغیر نہ کبھی نظام بدلا اور نہ بدلے گا۔ فرانس میں جب انقلاب آیا، روس میں جب انقلاب آیا، ایران میں جب انقلاب آیا تو صرف انقلابی راستے سے آیا۔ ان سب کو چھوڑ دیں محمد رسول اللہ ﷺ جو انقلاب برپا کر گئے وہ انقلابی راستے سے آیا تھا۔ ورنہ مکے والوں نے تو مکہ ہی میں پیش کش کر دی تھی کہ ہم آپ ﷺ کو بادشاہ بنا دیتے ہیں اگر صرف اقتدار مقصود ہوتا تو اللہ کے رسول ﷺ مکہ میں بادشاہت قبول کر لیتے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے نظام کو بدلنے کے لیے انقلابی راستہ اختیار کیا۔ ایک منظم جماعت تیار کی، اس کو صبر کے مراحل سے گزارا، دعوت کا حق ادا کرنے کی پوری کوشش کی۔ پھر بدر کا میدان سجا اور فتح مکہ کے موقع پر اعلان ہوا کہ دین غالب ہو گیا۔

پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا آپ پاکستان میں بدر برپا کریں گے؟ اللہ کرے کہ بدر تو برپا ہو لیکن بہر حال یہ مسلمانوں کا ملک ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ کے دور اقدس میں آپ ﷺ نے کفار کے خلاف قتال کیا ہے اور اسی کا حکم اللہ کے دین نے دیا مگر ہم جب مسلمان معاشرے کی بات کریں گے تو یہاں ہمارے سامنے کافر تو نہیں ہیں سارے مسلمان ہیں۔ افواج ہوں، ریاستی ادارے ہوں، ان کے اہلکار ہوں، حکمران ہوں سب مسلمان ہیں، کسی مسلمان کی جان لینا مسلمان پر حلال نہیں ہے۔ اس حوالے سے فقہی تناظر میں علماء مسئلہ خروج بیان کرتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ایک منظم جماعت برپا ہو اور ایک تحریک برپا ہو، اس باطل نظام کے خاتمے کے لیے کسی منکر کے خاتمے کو نکتہ آغاز بنایا جائے۔ آج کئی اہل علم اسی نتیجے پر پہنچ چکے ہیں کہ باطل نظام کی تبدیلی اور شریعت کے نفاذ کے لیے کسی منکر کے خلاف ایک منظم جماعت کے ذریعے جدوجہد کا آغاز ہو سکتا ہے۔ مثلاً بہت بڑا منکر سود کا دھندا، سودی نظام ہے اس کے خاتمے کے لیے میدان میں آئیں، مگر یہ کام وہ لوگ کریں جو پہلے کم از کم اپنے چھ فٹ کے وجود پر تو اسلام نافذ کر چکے ہوں، کم از کم پہلے اپنے گھر میں تو خلیفہ بن چکے ہوں، یہ منظم ہو کر باہر نکلیں گے تو اللہ تعالیٰ کی مدد بھی ان کے شامل حال ہوگی۔

یہاں ایک اور نکتہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ حکمرانوں سے یا ذمہ داروں سے یا سیاسی قائدین سے ملنے کا کیا فائدہ ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''حضرت تمیم داری ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''دین خیر خواہی ہے (آپؐ نے یہ جملہ تین دفعہ فرمایا)، ہم نے پوچھا کہ کس کے لیے؟ آپؐ نے فرمایا: ''اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسولؐ کے لیے، مسلمانوں کے آئمہ کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے۔'' (صحیح مسلم)

یہ خیر خواہی حکمرانوں کے ساتھ بھی ضروری ہے کیونکہ عام آدمی غلطی کرے تو اس کا اپنا نقصان ہے لیکن حکمران غلطی کرے تو پوری قوم کا نقصان ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوا کرتے ہیں۔''

اگر وہ بادشاہ سیدھے ہو جائیں پوری قوم سیدھی ہو جائے

گی۔ نصح وخیر خواہی کے ساتھ ہم یہ جمعہ کا خطبہ بھی دیتے ہیں، عام دروس قرآن بھی کرتے ہیں، ہم اپنے گھر میں درس قرآن دیتے ہیں۔ الحمدللہ! اسی جذبے کے تحت ہم معاشرے کے ذمہ داران علماء، مفتیان کرام، سیاسی جماعتوں کے قائدین سے ملاقات کرتے ہیں۔ پھر معاشرتی وسماجی اعتبار سے کچھ بااثر طبقات ہوتے ہیں ان تک بھی بات پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین پر عمل کرنے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اسی فریضہ کو ادا کرنے کے سلسلے میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ نے اپنی تنظیم کے چار رکنی وفد کے ساتھ پاکستان کے سابق وزیر اعظم عمران خان سے ملاقات کی۔ ملاقات کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔ ⇦

تنظیم اسلامی کے وفد کی سابق وزیر اعظم پاکستان سے ملاقات

رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارک ہے:

عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ ؓ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((اَلدِّيْنُ اَلنَّصِيْحَةُ)) قُلْنَا لِمَنْ، قَالَ: ((لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ)) (مسلم)

''حضرت تمیم داری ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''دین خیر خواہی'' ہے، آپؐ نے یہ جملہ تین دفعہ فرمایا۔ ہم نے عرض کیا کہ کس کے لیے؟ آپؐ نے فرمایا: ''اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسول کے لیے، مسلمانوں کے ائمہ کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے۔''

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ درج بالا حدیث مبارک پر عمل کرتے ہوئے ہمیشہ عامۃ المسلمین کے ساتھ ساتھ آئمۃ المسلمین کو بھی نصیحت کرتے تھے۔ وہ یہ فریضہ خطبہ جمعہ کے دوران منبر رسول سے بھی ادا کرتے اور روبرو ملاقاتوں میں کرتے رہے۔ جب شریف فیملی دوسری مرتبہ برسر اقتدار آئی تو اُن سے ایک سے زائد بار قرآن اکیڈمی اور شریف فیملی کی رہائش گاہ پر ملاقاتیں ہوئیں۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے بعد اُن کے صاحبزادے حافظ عاکف سعید نے تنظیم کی امارت سنبھالی تو اُنہوں نے بھی الدین نصیحہ کو دینی ذمہ داری سمجھتے ہوئے یہ فریضہ اپنایا۔ جب عمران خان وزیر اعظم بنے تو موجودہ امیر تنظیم اسلامی شجاع الدین شیخ نے حکم دیا کہ وزیر اعظم سے رابطہ کیا جائے اور ملاقات کے لیے وقت لیا جائے تاکہ حق نصیحت کا فریضہ ادا کیا جائے۔ یہ فیصلہ خاص طور پر اُن کے اس نعرے کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا گیا کہ وہ نئے پاکستان کی تشکیل ریاست مدینہ کی طرز پر کرنا چاہتے ہیں، لیکن محسوس کیا جارہا تھا کہ عملی طور پر اس حوالے سے کوئی پیش رفت نہیں ہو رہی۔ گزشتہ ساڑھے تین سال میں بار بار کی کوششوں کے باوجود اُن سے وقت نہ مل سکا۔ بہرحال اُن کی وزارت عظمیٰ سے سبکدوشی کے بعد ایک واسطہ سے اُن سے ملاقات کا وقت طے ہو گیا۔ امیر تنظیم نے 17 مئی 2022ء کو اپنی جماعت کے چار رکنی وفد کے ساتھ بنی گالہ میں سابق وزیر اعظم سے ملاقات کی۔ ملاقات میں عمران خان سے کہا گیا کہ آپ نے ریاست مدینہ کی بات کی اور امریکہ سے آزادی لینی ہے بالکل اچھی بات ہے لیکن اصل آزادی تب ملے گی جب ہم اللہ کی غلامی میں آئیں گے، ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ ختم کریں گے یعنی سودی معیشت سے نجات حاصل کریں گے تو ہمارے معاملات سدھریں گے۔ آپ اپنے خطاب کے شروع میں سورۃ الفاتحہ کی آیت ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ ﴾ پڑھتے ہیں بہت اچھی بات ہے لیکن سورۃ الفاتحہ میں ﴿ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ ﴾ بھی آتا ہے لیکن آپ کے سٹیج پر گانے بھی بجتے ہیں، مخلوط ماحول بھی ہوتا ہے ذرا اس کی بھی تو فکر کریں۔ امیر تنظیم اسلامی نے عمران خان صاحب کو مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ ہمارا دیانتداری کے ساتھ تجزیہ ہے کہ انتخابی سیاست سے نظام نہیں بدلے گا بلکہ نظام انقلاب سے بدلے گا۔ امیر تنظیم اسلامی نے انتظامی سطح پر بھی کچھ تجاویز دیں مثلاً فوج، بیوروکریسی اور عدلیہ میں یہ پابندی ہونی چاہیے کہ جس کی اولاد، جائیداد یا پیسہ بیرون ملک ہوگا وہ سرکاری ملازمت میں ایک خاص حد سے آگے ترقی نہیں کر سکے گا۔ اس تجویز کو سابق وزیر اعظم نے بہت پسند کیا۔

(ملاقات کے بعد وفد نے سابق وزیر اعظم کو ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی تفسیر بیان القرآن اور سیرت والی کتاب منہج انقلاب نبوی ﷺ تحفتاً پیش کی۔)

ضرورت امام مسجد

جامع مسجد بنت کعبہ سمن آباد لاہور میں امامت کے لیے خوش الحان حافظ قرآن کی ضرورت ہے جو عوامی درس قرآن کا مزاج بھی رکھتا ہو۔ درس نظامی مکمل کر لیا ہو۔ شادی شدہ رفیق تنظیم کو ترجیح دی جائے گی۔

کمپیوٹر واکاؤنٹس کی تعلیم کی صورت میں اضافی مشاہرہ کی گنجائش ہے۔ (اس صورت میں ملتزم رفیق ہونا چاہیے) رہائش مع بجلی، گیس، پانی احاطہ مسجد میں موجود ہے۔

جامع مسجد بنت کعبہ N-866 پونچھ روڈ، سمن آباد، لاہور
برائے سی وی: lahorewest@tanzeem.org
فون (042)37520902
0323-4475001, 0300-8435160

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ حلقہ لاہور غربی، ماڈل ٹاؤن تنظیم کے بزرگ رفیق کرنل (ر) ریاض الحق وفات پا گئے۔

☆ حلقہ بلوچستان کے نائب ناظم نشرواشاعت عبدالغفار وفات پا گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمَا وَارْحَمْهُمَا وَاَدْخِلْهُمَا فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمَا حِسَابًا يَّسِيْرًا

امیر سے ملاقات

چوتھی قسط

میزبان: آصف حمید

سوال: رمضان کے دنوں میں حکومت کی تبدیلی ہوئی اور پورا رمضان کا مہینہ اس ٹینشن میں گزرا ہے کہ لوگ قرآن مجید کے اتنا قریب نہیں ہوئے جتنا وہ سیاسی مباحثہ اور تبصروں میں لگے رہے۔ اس رویے کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

جواب: سیاسی اُتار چڑھاؤ ہمیشہ تاریخ کا حصہ رہا اور ہمارے ملک کی تاریخ کا بھی حصہ رہا۔ حکومتوں کا آنا جانا کئی مرتبہ باہر کے دباؤ کی وجہ سے ہوا ہے اور کبھی اندرونی مسائل کی وجہ سے بھی ہوا اور یہی تاریخ کا حصہ ہے۔ یہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے۔ لیکن اس وقت جس انداز سے غیر اخلاقی گفتگو کی جا رہی ہے، زبان درازی ہو رہی ہے اور وہ بھی ماہ رمضان المبارک میں تو یہ بہت پریشان کن قسم کا معاملہ ہے کیونکہ ماہ رمضان نزول قرآن کا مہینہ ہے جس میں ایک مسلمان کے شب و روز قرآن کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں۔ جس میں راتیں قرآن کے ساتھ بسر ہوتی ہیں۔ دل بھی نرم ہوتے ہیں۔ تقویٰ کی روش اختیار کرنا روزے کا حاصل ہے لیکن اس دوران جو انداز اختیار کیا گیا وہ رمضان کے تقدس کے بالکل برعکس تھا۔ جہاں تک حکومت کی تبدیلی اور اس کے لیے بیرونی مداخلت کے ہونے کا معاملہ ہے تو اس پر کلام ہو سکتا ہے۔ لیکن جس طرح اس وقت نفرتیں پھیلائی جا رہی ہیں جس کے نتیجے میں کوئی خانہ جنگی اور تقسیم یا ملکی سالمیت کو خطرہ لاحق ہو جانے کا معاملہ ہے تو اس پر ہر پاکستانی کو فکر مند ہونا چاہیے کیونکہ یہ ملک ہم نے اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا، ہماری اصل محبت دین اسلام سے ہے اور ہماری ساری محنتوں کا محور بھی یہ ہے کہ اس ملک میں اللہ تعالیٰ کا دین نافذ ہو۔ اس تناظر میں ہمیں کلام کرنا چاہیے۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے قرآن مجید کے مضامین پر مشتمل منتخب نصاب کا کئی مرتبہ درس دیا اس میں سورۃ الحجرات بھی شامل ہے۔ پھر یہ سورت ہماری یونیورسٹیز کے سلیبس میں بھی شامل رہی۔ رفقائے تنظیم تو ان دروس سے اچھی طرح واقف ہیں لیکن ہمارے عام مسلمان جو یونیورسٹیز اور کالجز میں پڑھتے تھے ان کی بی اے کی اسلامیات میں سورۃ الحجرات موجود تھی۔ سورۃ الحجرات کی آیات 11، 12 میں اللہ تعالیٰ نے چھ برائیوں کا ذکر کیا جو ایمان والوں میں انتشار پیدا کرتی ہیں اور ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کرتی ہیں۔ ان میں کسی کا مذاق اڑانے، عیب جوئی کرنے، برے نام رکھنے کو اہل علم نے کبائر میں شامل کیا ہے۔ کیونکہ ان کے ذریعے کسی دوسرے کی تحقیر کی جاتی ہے، یہ گویا ایک مسلمان بھائی کی عزت سے کھیلنے کے مترادف ہے۔ حجۃ الوداع کے دن رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جیسے آج عرفہ کا دن، ذوالحجہ کا مہینہ اور یہ مقدس مقام محترم ہے، اس کی حرمت کی پامالی حرام ہے اسی طرح تم پر کسی دوسرے کی جان، مال، آبرو بھی حرام ہے۔ پھر آیت 12 میں فرمایا کہ ایک دوسرے کی بدگمانی نہ کرو، تجسس نہ کرو اور غیبت نہ کرو۔ اور ان گناہوں کو بھی اہل علم نے کبائر میں شامل کیا کیونکہ یہ تمام کے تمام کسی مسلمان کی آبروریزی تک جا کر منتج ہوتے ہیں۔ بہرحال اس وقت ہماری اخلاقیات کا ستیاناس ہو رہا ہے اور ببانگ دہل ان ساری تعلیمات کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ ہم ایک مسلمان معاشرے میں رہتے ہیں، مسلمان ہیں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ماننے والے ہیں، پھر رمضان کے احترام کے اپنے تقاضے ہیں۔ عام دنوں کے مقابلے میں مقدس مہینہ میں گناہ کیا جائے تو اس کی شدت بھی بڑھ جاتی ہے۔ ہمارا اخلاقی معیار انتہائی گراوٹ کی طرف جا رہا ہے۔ اگر ہم نے اس طرف توجہ نہ کی تو پہلے بھی انہی نفرتوں کی بنیاد پر ملک دولخت ہوا تھا۔ سیاسی اختلاف رکھنا کوئی مسئلہ نہیں ہے مگر اختلاف رکھنے کا طریقہ کیا ہوگا اس کو بیان کرنے کا انداز کیا ہوگا اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

سوال: کسی بات کو بغیر تحقیق کے شیئر کر دینا کیسا ہے؟

جواب: سورۃ الحجرات کی آیت میں ہی فرمایا:

”اے اہلِ ایمان! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق شخص کوئی بڑی خبر لے کر آئے تو تم تحقیق کر لیا کرو۔“ (آیت: 6)

افواہوں کی روک تھام دین کا مستقل تقاضا ہے۔ سورۃ آل عمران میں بھی اس کا ذکر آتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنی ہی بات کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات کو بغیر تحقیق آگے بڑھا دے۔ لیکن آج سوشل میڈیا کے ذریعے یہ عام ٹرینڈ بنا ہوا ہے۔ حالانکہ اس میں کئی گناہ شامل ہو جاتے ہیں جو کسی نہ کسی دوسرے کی عزت سے کھیلنے والے ہوتے ہیں۔ کسی پر تنقید کی جا سکتی ہے لیکن اس کے کچھ آداب بھی تو ہیں۔ تنقید کرتے ہوئے اشتعال انگیزی نہیں ہونی چاہیے اور دین کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ انسان کو دیکھنا چاہیے کہ کل اللہ تعالیٰ کو جواب دینا ہے۔ ہم وعظ و نصیحت ہی کر سکتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”دین خیر خواہی کا نام ہے“۔ صحابہؓ نے کہا (خیر خواہی) کس کے لیے ہو؟ آپؐ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے لیے، اُس کی کتاب کے لیے، اُس کے رسول ﷺ کے لیے، مسلمانوں کے حکمرانوں اور عوام کے لیے۔“ (صحیح بخاری)

یعنی مقتدر طبقات ہوں، ذمہ داران ہوں، سیاست کے میدان میں اترے ہوئے لوگ ہوں یا عوام الناس ہوں ہم سب کے لیے ان باتوں کی یاد دہانی ضروری ہے کہ کہیں وقتی اتار چڑھاؤ کے معاملات میں ہم مخالفت یا تبصروں میں اتنے آگے نہ چلے جائیں کہ دینی تعلیمات کی خلاف ورزی ہو جائے اور کل آخرت میں ہمارا انجام برا ہو جائے۔ جو الزامات لگائے جا رہے ہیں اگر ان کا ثبوت نہیں ہے تو کل اللہ کے سامنے کیسے جوابدہی کرو گے۔ لوگوں سے گزارش ہے کہ اس طرح کے الزامات نہ لگائیں کیونکہ ایسے الزام بہتان شمار ہوں گے جو کبیرہ گناہ ہے۔ ہم سب کو سوچنا چاہیے کہ کل اللہ کو جواب دینا ہے۔

سوال: لوگ کہتے ہیں کہ کیا ہم برے کو برا بھی نہ کہیں اور پھر یہ عام آدمی کی بات نہیں بلکہ لیڈر کی بات ہے جو پبلک فگر ہے ان کو ہم آشکار نہیں کریں گے تو کیا ہوگا؟

جواب: قرآن حکیم ہمیں بتوں کے بارے میں راہنمائی دیتا ہے حالانکہ بت اور مشرکوں کے غلط ہونے کے بارے میں کوئی دو رائے نہیں ہیں۔ مگر سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’اور مت گالیاں دو (یا مت برا بھلا کہو) ان کو جنہیں یہ پکارتے ہیں اللہ کے سوا‘ تو وہ اللہ کو گالیاں دینے لگیں گے زیادتی کرتے ہوئے بغیر سوچے سمجھے۔‘‘ (الانعام:108)

اس آیت کو سمجھنے کے لیے حدیث کو دیکھنا پڑے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بدترین آدمی وہ ہے جو اپنے ماں باپ کو گالی دے۔ صحابہؓ نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! اپنے ماں باپ کو کون گالیاں دے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص دوسرے کے ماں باپ کو گالیاں دیتا ہے وہ پلٹ کر اس کے ماں باپ کو گالیاں دیتا ہے۔ لہٰذا اپنے ماں باپ کو گالی دلوانے میں قصور اس کا ہوا۔ اس کا مطلب ہے کہ بتوں کا غلط ہونا بالکل واضح ہے لیکن ان کو غلط کہنے کا انداز اشتعال انگیزی والا نہ ہو ورنہ وہ معبود برحق کو برا بھلا کہیں گے۔ بہرحال تنقید کرنا ہر کسی کا حق ہے لیکن وہ تنقید مناسب الفاظ اور دلائل کی بنیاد پر ہونی چاہیے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ جو لوگ پبلک فگر ہوں ان کے معاملات پبلک میں سامنے آتے ہیں لیکن اس میں بھی مقصود یہ ہو کہ ان کے شر سے لوگوں کو بچایا جائے صرف ان کے خلاف بھڑاس نکالنا مقصود نہ ہو۔ حقوق العباد کا معاملہ بڑا حساس ہے۔ آخرت میں اس کے بدلے میں نیکیاں لی جائیں گی۔ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں کسی نے کہا وہ بہت کنجوس ہیں۔ کسی نے پوچھا کہ اتنے بڑے امام کے بارے میں اتنا بڑا الزام لگاتے ہو۔ اس نے کہا: بالکل! کنجوس آدمی ہیں کیونکہ وہ اپنی نیکیاں کسی کو نہیں دیتے یعنی غیبت نہیں کرتے۔ قیامت کے دن حقوق العباد کے معاملات اعمال کے نتیجے میں سیٹل ہوں گے یا تو نیکیاں ادھر جائیں گی یا اگلے کے گناہ ادھر آرہے ہوں گے۔ بہرحال تنقید کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھیں کہ ایمان اور اعمال کی پونجی ضائع نہ ہو جائے اور وقت بھی ضائع نہ ہو۔ یعنی یہ دیکھ لیجیے کہ تنقید کرنے سے کوئی فائدہ بھی ہو رہا ہے یا نہیں۔ ہم نے ہر دور میں حکمرانوں کو نصح و خیر خواہی کا حق ادا کرتے ہوئے دین کی دعوت پیش کی۔ کیونکہ ہم داعی دین بھی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے امتی ہونے کے ناطے دین کی دعوت دینا ہمارا فرض ہے۔ ہمیں تنہائی میں بیٹھ کر سوچنا چاہیے کہ کتنی مرتبہ ہم نے حکمرانوں پر تنقید کی اور کتنی دفعہ ہم نے ان کو دین کی دعوت پیش کی۔

سوال: لوگوں میں رجحان عام ہے کہ اگر کوئی کسی کے حق میں بات کرتا ہے تو اس کو اس پارٹی کا رکن متصور کیا جاتا ہے اور اگر اس نے کوئی خلاف بات کہہ دی تو اس کو اپوزیشن کا نمائندہ سمجھا جاتا ہے۔ اس بارے میں کیا کہیں گے؟

جواب: اس میں دین نے ایک پیارا اصول دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

’’اور تم نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کرو‘ اور گناہ اور ظلم و زیادتی کے کاموں میں تعاون مت کرو۔‘‘ (المائدہ:2)

اس اصول کو لے کر چلیں تو خیر جہاں بھی ہے ہمیں اس کی تعریف کرنی چاہیے اور شر چاہے اپنوں میں ہی کیوں نہ ہو تو اس کے اوپر تنقید اس معنی میں ہونی چاہیے تاکہ وہ شر ختم ہو جائے اور پھیلے نہ۔ اس بات کی آگاہی ضروری ہے کہ یہ کسی کی مطلق حمایت یا مطلق مخالفت نہیں ہوا کرتی بلکہ یہ دینی پیراڈائم میں عمل کا معاملہ ہے۔ کیونکہ دین ہمیں کہتا ہے:

’’تم وہ بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کے لیے برپا کیا گیا ہے‘ تم حکم کرتے ہو نیکی کا‘ اور تم روکتے ہو بدی سے۔‘‘ (آل عمران:110)

اگر اس اصول پر چلیں تو کوئی بھی اگر خیر کا کام کر رہا ہے تو اس کی تعریف ہونی چاہیے اور اس کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے اور شر کا معاملہ کہیں بھی ہو تو اس کو روکنے کے لیے ہمیں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

سوال: حال ہی میں سود کے خلاف وفاقی شرعی عدالت نے بڑا اچھا فیصلہ کیا۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا سود کے حوالے سے ایک مستقل stance ہوتا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ جب میں سود کے خلاف بات کرتا ہوں اور احادیث سناتا ہوں تو کچھ لوگ میرا ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ تنظیم اسلامی نے سود کے خلاف بھرپور مہم چلائی ہے اور پھر جماعت اسلامی کا بھی بڑا کردار ہے، اس کے علاوہ دوسرے اکابرین دین کون کون سے ہیں جنہوں نے انسداد سود کی جدوجہد میں حصہ لیا؟

جواب: یہ فیصلہ 26 رمضان کو آیا یہ کوئی نیا فیصلہ نہیں ہے بلکہ پچھلے فیصلوں کی فائن ٹیوننگ ہوئی ہے۔ پاکستان میں سود کے خلاف جدوجہد کی تاریخ بڑی پرانی ہے۔ 1973ء کے آئین کی شق F-38 میں لکھا ہوا ہے کہ حکومت سود کا خاتمہ کرے۔ آئین میں کسی شے کا آنا ظاہر کرتا ہے کہ اس کے پیچھے پوری ایک جدوجہد ہے۔ پھر ضیاء الحق نے وفاقی شرعی عدالت قائم کی لیکن بقول بانی تنظیم اسلامی اس کے ہاتھوں اور پیروں کو باندھ دیا گیا۔ یعنی اس پر دس سال کی پابندی تھی کہ معیشت پر، سود اور ملک کے عائلی قوانین پر کوئی فیصلہ نہیں دے سکتی تھی۔ 1991ء میں یہ پابندی ختم ہوئی تو جسٹس تنزیل الرحمن مرحوم نے سود کے خاتمے کا فیصلہ دیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ ریاست کے لیول پر سود کا خاتمہ ممکن ہے؟ تو انہوں نے کہا تھا کہ اگر حکمرانوں کی نیتیں ٹھیک ہوں تو یہ ممکن ہے۔ لیکن پھر نواز شریف نے اپنی حکومت میں اس فیصلے کے خلاف اپیل دائر کر دی اور یہ معاملہ ملتوی ہوا۔ پھر سپریم کورٹ کی شریعت اپیلٹ بینچ میں یہ معاملہ چلا اور ساڑھے بارہ سو صفحات کا ایک فیصلہ آیا جس میں مفتی تقی عثمانی کے دو سو پچاس صفحات تھے۔ اس کی بھی بہت بڑے پیمانے پر سماعتیں ہوئیں جس میں علماء، بینکرز، وکلاء اور اندرونی اور بیرونی ملک ماہرین نے حصہ لیا۔ اس کے بعد جنرل مشرف نے وہ بینچ ہی تبدیل کر دیا اور معاملہ دوبارہ لٹک گیا۔ پھر کیس وفاقی شرعی عدالت کو ریفر بیک ہو گیا۔ اب بیس سال کے بعد 2022ء میں فیصلہ آیا۔ کہنے کا مطلب ہے کہ یہ فیصلہ بہت پرانا ہے۔ بہرحال فیصلہ بہت مبارک ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ججز کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے۔ ہم نے عدالت میں جا کر ججز کو بتایا کہ ہم لوگ منبر پر بیٹھ کر بات کر سکتے ہیں لیکن آپ کے پاس فیصلہ کرنے کی طاقت ہے اور آپ نے بھی کل رب کو جواب دینا ہے، آپ اپنا کام کیجیے اور پھر حکمرانوں سے مطالبہ ہوگا کہ وہ اس کو نافذ کریں جو کہ اب کرنے کا کام ہے۔ بانی تنظیم اسلامی سود کے خلاف بڑے شد و مد سے بات کرتے تھے، کیوں نہ کرتے، سود کا گناہ ایسا ہے کہ جو اللہ اور رسول ﷺ کے خلاف اعلان جنگ ہے۔ اس کے علاوہ جماعت اسلامی کے اکابرین، ان کے وکلاء نے بھی بہت جدوجہد کی۔ اس کے علاوہ مولانا زاہد الراشدی بزرگ عالم دین ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی زندگی میں برکت دے وہ تحریک انسداد سود کو بھی لیڈ کر رہے ہیں جس میں علماء اور کچھ دیگر اہل علم بھی شامل ہیں۔ خاص طور پر سود کے حوالے سے جو چودہ سوالات پوچھے گئے کہ سود کی تعریف کیا ہے؟ آج کا سود وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے دور میں رہا تھا؟ عالمی افیئرز کو کیسے ڈیل کیا جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ ان کے تفصیلی جوابات تحریک انسداد سود کے زیر اہتمام مرتب کیے گئے۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے صاحبزادے حافظ عاطف وحید نے بھی پوری معاونت کی۔ اس کے علاوے

دوسرے علماء نے بھی کردار ادا کیا۔ اس کے علاوہ بعض لوگوں نے انفرادی طور پر بھی اس کیس میں جدوجہد کی ہے،ان میں کچھ چارٹرڈ اکاؤنٹنٹس ہیں، کچھ وکلاء ہیں اور کچھ بینکرز بھی ہیں۔ہم سب کے لیے دعاگو ہیں کہ جن جن لوگوں نے اس کام میں حصہ ڈالا اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔البتہ آگے ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے جس میں حکمرانوں کی ول پاور کا بہت اہم کردار ہوگا۔ہم سمجھتے ہیں کہ موجودہ حکومت کے لیے بڑا موقع ہے۔نواز شریف اور شہباز شریف ماضی میں اپنے والد محترم کے ساتھ بانی تنظیم اسلامیؒ کے پاس تشریف لاتے تھے اوران سے سود کے خاتمے کے وعدے کرتے تھے۔ہم کہتے ہیں کہ وعدہ وفا کرلو۔اگر اللہ اوراس کے رسول ﷺ سے جنگ ختم کردیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں بھی آئیں گی۔ ہم کہتے ہیں کہ جو بھی حکمران شریعت کو نافذ کردے اسے 22 کروڑ عوام کی دعائیں ملیں گے اوران کی آخرت سنور جائے گی۔اس کے لیے ہم کوشش کرتے رہیں گے کہ علماء اور دینی جماعتوں سے بھی گزارش کریں گے کہ وہ بھی اس ضرورت کو اجاگر کریں کہ اب اس فیصلے پر عمل درآمد کی طرف پیش قدمی ہونی چاہیے۔

سوال: کیا موجودہ امیر تنظیم اسلامی وزیراعظم شہباز شریف سے رابطہ کریں گے اوران کو اپنے پرانے وعدے یاددلائیں گے کہ وہ ان کو پورا کریں؟

جواب: اس حوالے سے دو پہلو ہیں۔ایک ہے وزیراعظم سے بالمشافہ ملاقات کا معاملہ۔دوسرا ہے وعدوں کی یاددہانی کا معاملہ۔دوسرا پہلو آسان ہے وعدوں کی یاددہانی کے کئی ذرائع ہوسکتے ہیں۔بانی تنظیم اسلامی خطاب جمعہ کردیا کرتے تھے اور کیسٹ بھیج دیتے تھے یا اخبار میں اشتہار دے دیتے تھے۔ہم یہ ذرائع تو فوری استعمال کرنے کی کوشش کریں گے۔البتہ بالمشافہ ملاقات وزیراعظم سے ہوجائے تو لازمی ہم ان کو نصح وخیرخواہی کے جذبے کے ساتھ یاددہانی کروائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان الدین النصیحہ کے مصداق ہم اس فریضے کو انجام دینے کی کوشش ضرور کریں گے۔ان شاء اللہ!

سوال: افغانستان میں طالبان کی حکومت کے ساتھ تنظیم اسلامی کیا معاونت کررہی ہے؟

جواب: بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے دور میں ملاعمر موجود تھے اور افغانستان میں ان کی امارت اسلامیہ قائم تھی اور پاکستان کی حکومت نے اس کو تسلیم کیا تھا۔اس دفعہ بھی طالبان کو اقتدار عطا ہوگیا اللہ کے فضل وکرم سے ہماری ہمدردیاں اور دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔اس سے پہلے ہم نے ان کے لیے آواز بلند کرنے کی کوشش کی۔ البتہ بہت بڑا سوال یہ ہے کہ ہماری سابقہ حکومت نے بھی اور موجودہ حکومت نے بھی ابھی تسلیم نہیں کیا۔صرف او آئی سی کا اجلاس بلالیا لیکن ہمیں ہمت نہیں ہوئی کہ افغان حکومت کو تسلیم کرنے کی بات کو ایجنڈے کی ڈسکشن میں لا سکیں۔میں سمجھتا ہوں کہ امت مسلمہ نے بڑی بے وفائی کا معاملہ کیا ہے۔اگر امت مسلمہ کے 57 ممالک تعاون نہیں کررہے تو پاکستان کی ذمہ داری بنتی ہے۔کیونکہ ہم نے افغانستان کی اسلامی حکومت کے خاتمے کے لیے امریکہ کے فرنٹ لائن اتحادی کا کردار ادا کیا تھا۔اس ظلم کے ازالے کے طور پر میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں سب سے پہلے آگے بڑھ کر ان کو تسلیم کرنا چاہیے۔ بانی تنظیم اسلامیؒ احادیث کی روشنی میں مستقبل میں عالمی خلافت کی بات کرتے تھے۔کچھ احادیث کا حاصل یہ ہے کہ خراسان کے علاقے سے فوجوں نے نکلنا ہے جو حضرت مہدی کی نصرت کریں گی۔ نبی اکرم ﷺ کے دور میں خراسان کا علاقہ افغانستان، پاکستان کے شمالی علاقہ جات اور ایران کے کچھ حصوں پر مشتمل تھا۔اگر خراسان کے علاقے کی فوجیں حضرت مہدی کی مدد کریں گی تو اس سے پہلے یہاں پر اسلامی حکومت قائم ہوگی۔طالبان کو بیس سال کی مسلسل جدوجہد کے بعد حکومت ملی جو اللہ پر توکل کا نتیجہ ہے،اللہ کی نصرت ان کو عطا ہوئی اور پچاس ملکوں کی ٹیکنالوجی بہرحال ناکام ہوگئی۔یقیناً ان کے لیے مزید مشکلات ہیں لیکن اللہ آسانی فرمائے گا۔بہرحال مستقبل کے منظرنامے کو سامنے رکھیں تو پاکستان اور افغانستان کا ایک فطری اتحاد بنے گا۔طالبان نے اسلامی شریعت کا آغاز کردیا۔ہم نے ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا لہٰذا یہاں شریعت کا نفاذ ہماری پہلی ترجیح ہونی چاہیے۔

سوال: پاکستان میں اجتماعی سطح پر منکرات پھیل چکے ہیں جن کا حل صرف اسلامی نظام ہے۔تنظیم اسلامی ایک انقلابی جماعت ہے وہ اسلام کے نظام کو قائم کرنے کے مرحلے پر کیوں نہیں پہنچی؟

جواب: منکرات کے خاتمے کی کوشش ہمارا دینی فریضہ ہے اور امت مسلمہ اسی کام کے لیے کھڑی کی گئی۔منکرات کو روکنے کے تین درجات اللہ کے رسول ﷺ نے بیان فرمائے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''تم میں جو شخص برائی کو دیکھے وہ اسے اپنے ہاتھ (طاقت) سے بدلے، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے (منع کرے) اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے (برا جانے)، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔''(صحیح مسلم) زبان سے مراد یہ ہے کہ آج جتنا میڈیا اور دیگر ذرائع موجود ہیں یہ سب اپنے مافی الضمیر کو پہنچانے کے لیے دستیاب ہیں۔جہاں تک باللسان منکرات کو ختم کرنے کی کوششیں ہیں وہ تنظیم اسلامی کا خاصہ ہے جو اللہ کا شکر ہے۔ سود کے خلاف جدوجہد بھی اس منکر کے خاتمے کی کوشش تھی۔اسی طرح بے حیائی کے خاتمے کے لیے بھی ہم نے عدالتی کارروائی کے ذریعے کوششیں کی ہیں۔قوت نافذہ یعنی ہاتھ سے بدلنے کا اختیار حکومت کے پاس ہے، وہ ہمارے پاس نہیں ہے البتہ باقی کوشش ہم نے کی ہے۔ اس ملک کو قائم ہوئے 75 برس ہوچکے ہیں لیکن ابھی تک یہاں اسلامی نظام نہیں قائم نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارا دیانتداری کے ساتھ تجزیہ یہ ہے کہ ہمارا انتخابی سیاست کا فرسودہ نظام اس میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔اس انتخابی سیاست سے چہرے ہی بدلیں گے نظام کبھی نہیں بدلے گا اور نظام انقلابی راستے سے ہی بدلے گا اور اس کے لیے طریقہ کار اصلاً منہج انقلاب نبوی ﷺ سے حاصل کرنا ہوگا۔بانی تنظیم اسلامی کے دروس منہج انقلاب نبوی کے حوالے سے تفصیلی بھی ہیں اور ایک اس کا خلاصہ بھی موجود ہے یعنی رسول انقلاب ﷺ کا طریقہ انقلاب۔اس کا مطالعہ یا سن لینا مفید ہوگا۔ہم سمجھتے ہیں کہ انقلابی راستے کے ذریعے ہی نظام بدلا جاسکتا ہے لیکن اس انقلابی راستے پر آنے کے لیے وقت درکار ہے۔ کیونکہ یہاں ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہے جو دین اسلام کو صرف عبادات (جمعہ کی نماز، پنج وقتہ نماز اور ماہ رمضان کے روزے وغیرہ) تک محدود کیے ہوئے ہے۔ہم اس معاشرے میں محنت کررہے ہیں جہاں لوگوں کو پتا ہے کہ نماز ادا کرنا فرض ہے مگر ہماری اکثریت پنج وقت نماز ادا نہیں کرتی۔یعنی جس فرض کو مانتے ہیں کہ ادا کرنا ضروری ہے اُس کو ادا نہیں کررہے تو جس کو فرض مانتے ہی نہیں، جس کا انہیں پتا ہی نہیں کہ غلبہ دین، اقامت دین، تکبیر رب، نفاذ دین کی کوشش بھی ہر مسلمان کا فریضہ ہے 'ایسے

معاشرے سے یہ منوانا کہ اقیموا الدین کا ترجمہ ہے دین کو قائم (کرنے کی کوشش) کرو، دین کو قائم کرنے کی جدوجہد کرو؛ یہ کافی مشکل کام ہے اور بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ پھر اس کے سمجھنے والوں کو ایک منظم جماعت بنانا اور پھر ان کو تربیت کے مراحل سے گزارنا اور وقت آنے پر نظامِ باطل کو چیلنج کرنے کے لیے کھڑا کرنا، یہ سارے صبر آزما مراحل ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ان مراحل سے گزرنے کے لیے قوم ابھی تیار نظر نہیں آتی لیکن ہمارا کام اپنی جدوجہد کرنا اور اپنا حصہ ڈالنا ہے جو ہم کر رہے ہیں۔ اللہ کی مشیت میں نظام کا بدلنا کب ممکن ہے، یہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے لیکن مجھے اپنی فکر ہے کہ میں اگر آج انتقال کر جاؤں تو میں اللہ کو کیا جواب دوں گا۔ اس لیے اس محنت میں لگنا ہمارے ذمے ہے جو ہم تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے مستقل کر رہے ہیں۔

سوال: اگر کوئی کم عمر نوجوان دین کی خدمت کرنا چاہے تو کیا اسے والدین کی اجازت لینا ضروری ہے؟

جواب: یہ 23 برس کے نوجوان کا سوال ہے اگر اس عمر میں اس کی یہ سوچ بنی ہے تو ہمیں اس کو appriciate کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سات قسم کے لوگ قیامت کے دن اللہ کے عرش کے سائے تلے ہوں گے ان میں ایک وہ نوجوان بھی ہوگا جس کی جوانی کی عمر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزری ہوگی۔ بڑھاپے میں اللہ یاد آ جاتا ہے لیکن نوجوانی کی عمر میں جس میں بڑے جذبات ہوتے ہیں، opportunies بھی ہوتی ہیں اس عمر میں اگر کوئی یہ سوال کرے تو اس کی تعریف کرنی چاہیے۔ بعض مرتبہ کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر میں فل ٹائم اپنے آپ کو دین کے نام پر وقف نہیں کروں گا تو میں دین کا کام نہیں کر سکتا۔ یہ بات درست نہیں ہے۔ بہت سارے لوگ ہیں جو اپنی معاش کی محنت بھی کر رہے ہیں کیونکہ وہ بھی ایک فریضہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رزق حلال کمانا فرض ہے دیگر فرائض کے بعد۔''

تو اس فرض میں کمی تو ہو سکتی لیکن دیگر فرائض چھوڑے نہیں جا سکتے۔ دیگر فرائض میں خود اللہ کی بندگی کی مستقل کوشش کرنا، دوسروں کو بندگی کی دعوت دینا اور بندگی والے نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنا شامل ہے۔ اب اگر لوگ معاش کی محنت میں لگے ہوئے ہیں تو یہ مسئلہ نہیں ہے کیونکہ اپنے زیر کفالت لوگوں پر خرچ کرنے کے لیے محنت کرنا بھی ایک دینی تقاضا ہے۔ اس کو بھی پورا کرنا چاہیے۔ ہماری تنظیم میں بھی اور دوسری جماعتوں کے لوگ بھی اسی اصول پر چل رہے ہیں کہ اپنی معاشی جدوجہد کے ساتھ ساتھ دین کے لیے وقت نکال رہے ہیں۔ البتہ کسی کو اللہ جذبہ عطا فرما دے، اس کی ایمانی کیفیت بڑھا دے اور وہ سبقت حاصل کرنا چاہے۔ لوگ تو دنیوی معاملات میں ایکسل کر رہے ہیں کوئی تعلیم میں ایکسل کر رہا، کوئی ٹیکنالوجی میں کر رہا ہے، کوئی ڈبل پی ایچ ڈی کر رہا ہے وہ بھی ماں باپ کو چھوڑ کر مغربی معاشروں میں جا کر رہے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی دین میں ایکسل کرنا چاہتا ہے تو یہ کوئی بری بات نہیں ہے۔ ہمارا مشورہ یہ ہے کہ اگر کسی کی تعلیم مکمل نہیں ہوئی تو وہ پہلے اپنی تعلیم مکمل کرے اور ساتھ ساتھ ہماری اجتماعیت میں جڑیئے۔ اجتماعیت کے ساتھ جڑ کر جب ایسا نوجوان وہاں ہر عمر کے لوگوں کو جدوجہد کرتا دیکھے گا تو اس کا حوصلہ بڑھے گا۔ میں ایسے نوجوانوں کو یہی مشورہ دوں گا کہ کسی اجتماعیت کے ساتھ جڑیں گے تو کام کرنا آسان ہو جائے گا۔ لیکن پھر بھی اگر کسی کو اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہے اور وہ فل ٹائم اس طرف آنا چاہتا ہے تو ہماری گزارش ہوگی کہ وہ اپنے والدین کو آن بورڈ لیں۔ اگر والدین کو سمجھ آ جائے کہ ہماری اولاد ہمارے لیے صدقہ جاریہ بنے گی اور اس سے بڑی کوئی انوسٹمنٹ نہیں ہو سکتی تو پھر والدین کی سپورٹ پوری ملے گی۔ میں ایسے والدین کو جانتا ہوں جنہوں نے ہاتھ پکڑ کر اپنے بچے کو دینی اداروں یا دین کے داعی یا اساتذہ کے حوالے کیا تاکہ وہ بچہ دین کی خدمت کر سکے۔ نوجوانوں سے میں کہوں گا کہ وہ کسی کو underestimate نہ کریں نہ اللہ کو underestimate کریں۔ ہم اللہ سے چھوٹا مانگتے ہیں بڑا نہیں مانگتے حالانکہ وہ علی کل شیٔ قدیر ہے۔ کبھی ہم سمجھتے ہیں کہ میں فلاں کو دین کی دعوت دوں گا وہ تو سنے گا ہی نہیں حالانکہ ایسے ایسے لوگوں نے اس دعوت کو سن کر زندگی بدل دی کہ ان کو دیکھ کر ہمیں رشک آتا ہے۔ ایک بیٹا یہ سمجھتا ہوگا کہ میری بات اماں، ابا نے نہیں ماننی لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ سے دعا مانگ کر والدین سے بات کرے اور اللہ اس کے والد کے دل میں ڈال دے۔ اسی طرح شادی کا ایشو بھی ہے کسی کے بیوی بچے بھی ہوتے ہیں اور وہ فل ٹائم دین کی خدمت کا سوچ رہا ہوتا ہے وہاں بھی ہمارا مشورہ ہوتا ہے کہ گھر والوں کو اعتماد میں لیں۔ ہو سکتا ہے نوجوان تقویٰ کی وجہ سے اللہ کے قریب ہوں اور گھر والے دور ہوں گویا ابھی مزید محنت کی ضرورت ہو تاکہ بعد میں حالات خراب نہ ہو کر بندہ کو غلط طرف نہ لے جائیں۔ بہرحال ہماری گزارش یہی ہے کہ والدین کو اعتماد میں لیں اور کسی اجتماعیت کا حصہ بن کر کام شروع کیجیے اور پھر اللہ تعالیٰ سے مانگیے۔ یاد رکھیے کسی اجتماعیت کے ساتھ فل ٹائم لگ جانا کبھی عملی طور پر بھی مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ دینی اجتماعیت کی اپنی محدود capacity ہوتی ہے وہ سب کو مالی طور پر سپورٹ نہیں کر سکتے۔ یقیناً لوگوں کے لیے اللہ آسانی فرماتا ہے۔ لیکن جن کے لیے دیگر معاملات ابھی سازگار نہ ہوں تو وہ ایسی سطح پر نہ جائیں کہ ان کو اپنے زیر کفالت لوگوں کو لے کر چلنا مشکل ہو جائے۔

سوال: دیگر دینی جماعتوں کو چھوڑ کر لوگ تنظیم اسلامی میں کیوں شامل ہوں؟

جواب: امت کی مین سٹیم لائن سے جڑے ہوئے افراد، مکاتب فکر، مسالک اور دینی جماعتیں سب اسلام کے فولڈر میں داخل ہیں۔ مختلف جماعتوں کا ہونا کوئی اسلام اور کفر کا مسئلہ نہ بنا لے۔ یہ بہت بڑی غلطی ہوگی اس سے اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ جو کوئی اور جہاں کہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دین کے لیے وقت لگا رہا ہے وہ ہمارا بھائی ہے۔ ہمارا دل اس کے لیے وسیع ہونا چاہیے، علمی اختلاف رہے گا لیکن دل میں وسعت ہونی چاہیے۔ اس حوالے سے بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی تحریر ''تنظیم اسلامی کا تاریخی پس منظر'' کا مطالعہ مفید رہے گا۔ اس میں انہوں نے ہماری دینی اجتماعیت کے تین گوشوں کو بیان کیا ہے۔ ایک ہماری دینی اجتماعیت دینی مدارس اور علماء کا طبقہ ہے جو لوگوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ ایک وہ اجتماعی محنت ہے جو قومی سطح پر کبھی مسلم لیگ نے کی تھی جس کے نتیجے میں پاکستان کا خطہ ہمیں میسر آ گیا۔ ایک دینی گوشہ انقلابی ہے جو دین کے نظام کے حوالے سے جدوجہد کر رہا ہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ دین کے احیاء کا عمل بہت بسیط اور وسیع عمل ہے جس میں بہت سارے گوشے ہیں اور ان گوشوں میں افراد اور جماعتیں ہی نہیں بلکہ پوری پوری تحریکیں کھپ جائیں گی البتہ یہ کام درجہ بدرجہ آگے بڑھتا چلا جائے گا۔ اگر اس بسیط عمل

کو سامنے رکھا جائے تو ان سارے کام کرنے والوں کے بارے میں ہمارے دل میں وسعت پیدا ہوگی ۔ ان شاء اللہ! اصل بحث طریقہ کار کی ہے۔ اللہ کے دین کے غلبہ کی جدوجہد کرنے والی بعض جماعتوں کا خیال ہے کہ انتخابی سیاست سے کامیاب ہو کر ہم دین کو نافذ کریں گے۔ بعض کا خیال ہے کہ ہم مسلح بغاوت کی طرف آجائیں لیکن مسلم معاشروں میں یہ قابل عمل نہیں۔ ایک راستہ پُرامن احتجاجی تحریک کا راستہ ہے جس کو ہم بھی پروموٹ کرتے ہیں لیکن اس کو منہج انقلاب نبوی ﷺ سے ہم جوڑتے ہیں۔ یہاں ہمارا علمی اختلاف رہے گا باوجود اس کے کہ دل میں وسعت بھی ہوگی، وسعت نظری بھی ہوگی لیکن ہم ایک جماعت کو لے کر چل رہے ہیں تو لامحالہ ہمارے پاس جواب ہونا چاہیے کہ کیوں آپ کی جماعت الگ ہے۔ دوسری جماعتوں سے ہمارا کہاں اختلاف ہے؟ اس کے لیے ہم پانچ موٹے موٹے اصول رکھ دیتے ہیں جن کی بنیاد پر کوئی آدمی جماعت میں شامل ہو۔

1۔ ہم جس اجتماعیت میں جانا چاہیں وہ واضح کہے کہ اس کے پیش نظر اس زمین پر اللہ کے دین کے غلبہ کی جدوجہد کرنا ہے کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ کا مشن یہی تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ﴾ (الصف: 9) ”تاکہ غالب کردے اس کو پورے نظامِ زندگی پر۔“

آپ ﷺ کی 23 برس کی جدوجہد اس کی گواہ ہے۔ اب ان کے اسوہ کی روشنی میں ہم نے یہ جدوجہد کرنی ہے۔

2۔ وہ جماعت اپنی دعوت، تربیت، تزکیہ کے لیے قرآن حکیم کو بنیادی ذریعہ کے طور پر اختیار کرے۔ اس کے لیے قرآن میں بشارت اور انذار (سورۃ مریم: 97)، تبلیغ قرآن سے (المائدہ: 67)، تذکیر قرآن سے (ق: 45) مکی دور کا جہاد قرآن سے (الفرقان: 52) کے اشارات موجود ہیں۔

3۔ وہ جماعت بیعت کی بنیاد پر ہو کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ نے بیعت لی ہے۔ قرآن پاک میں بیعت رضوان اور خواتین کی بیعت کا ذکر آتا ہے۔ امام نسائی نے سنن النسائی میں نبی اکرم ﷺ کی تقریباً دس قسم کی بیعتوں کا ذکر کیا۔ پھر امت میں چودہ صدیوں سے جماعت سازی کا جو طریقہ رہا ہے وہ بیعت والا ہے۔ یہی طریقہ قرآن، سنت، سیرت اور اسلاف کے طرزِ عمل سے ملتا ہے۔

4۔ وہ جماعت اپنے طریقہ کار کو حتی الامکان نبی اکرم ﷺ کے طریقہ کار سے جوڑے۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”(اے مسلمانو!) تمہارے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے“ (الاحزاب: 21)

حتی الامکان اس لیے کہ اگر حالات میں کوئی بنیادی نوعیت کی تبدیلی آجائے تو فرق واقع ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کفار تھے ان سے جنگ کرنا تو بنتا تھا لیکن ہمارے سامنے اگر مسلمان معاشرے ہیں تو مسلمان کی گردن تو نہیں اڑائی جاسکتی۔

5۔ جس جماعت میں جانا چاہیں تو اس کی قیادت کو دیکھیں۔ ایک ایک فرد کو ٹٹولیں گے تو بہت مشکلات ہیں۔ کیونکہ سیرت نبوی ﷺ کو سامنے رکھیں تو عبداللہ بن اُبی ٹیکنیکلی مسلمان تھا اور رسول اللہ ﷺ کی جماعت میں تھا اور آپ ﷺ نے اس کا جنازہ پڑھا۔ البتہ بعد میں رسول اللہ ﷺ کو منع کر دیا گیا۔ لیکن اس کی بنیاد پر کیا رسول اللہ ﷺ کی پوری جماعت کے اوپر کوئی رائے قائم کریں گے؟ قطعاً نہیں۔ بہرحال یہ پانچ معیارات ہم رکھتے ہیں۔ میں خود ان معیارات کو دیکھ کر تنظیم اسلامی میں شامل ہوا تھا۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے یہی دلائل ہمارے سامنے رکھے۔ آج بھی ہم انہی دلائل کو سامنے رکھ کر اپنی دعوت کی حتی الامکان کوشش کر رہے ہیں۔ کوتاہیاں تو ہر انسان سے ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ معاف فرمائے اور اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔

سوال: مصر کی جماعت اخوان المسلمون کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ تنظیم اسلامی اس کے تناظر میں کہاں پر ہے؟

جواب: اخوان المسلمون کے لیڈر سید قطبؒ شہید پر عدالت میں مقدمہ چلا تو پہلا سوال تھا کہ تمہارا مولانا مودودی سے کیا تعلق ہے؟ انہوں نے سادہ سا جواب دیا کہ وہ اللہ کا بندہ ہے میں بھی اسی اللہ کا بندہ ہوں، وہ پاکستان میں اللہ کے دین کے لیے محنت کر رہے ہیں اور میں یہاں پر اللہ کے دین کے لیے محنت کر رہا ہوں۔ یہ ہماری وسعت قلبی ہے کہ دین کے خادم چاہے مصر کے ہوں یا کہیں دوسری جگہ کے ہوں ہمارا دل وسیع ہے کہ ان کی یہ محنتیں اللہ کے ہاں ضرور قبول ہوں گی۔ اخوان المسلمون کے بارے میں بانی تنظیم اسلامیؒ فرماتے تھے کہ اخوان کے لوگوں کا تقویٰ، تدین، دعوت دین اور غلبہ دین کے لیے جوش اور جذبہ کے بارے میں کوئی دو رائے نہیں۔ اس پہلو سے ہمیں ان سے کچھ سیکھنا چاہیے۔ پھر ان کے جذبات، ان کی محنت، ان کی قربانیوں کے بارے میں کوئی دو رائے نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے شہداء کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ البتہ جب وہ انتخابی سیاست میں آئے اور ان کو کامیابی بھی ملی لیکن پھر صدر مرسی کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ دنیا کے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ ہماری سوچی سمجھی رائے یہ ہے کہ انتخابی سیاست کے راستے سے ہم نظام کو چلا تو سکتے ہیں لیکن بدل نہیں سکتے۔ جب تک ہم انتخابی سیاست کے راستے کو ترک نہیں کریں گے ہم صحیح معنوں میں نظام کی تبدیلی کی طرف بڑھ نہیں سکیں گے۔ نظام جب بھی بدلے گا وہ انقلابی راستے کے ذریعے ہی بدلے گا۔ انتخابی سیاست میں ہمیں اکثریت کے ذریعے آنا پڑتا ہے، انقلاب کبھی اکثریت سے نہیں آیا بلکہ وہ اقلیت کے ذریعے سے آیا لیکن وہ منظم اقلیت ہوتی ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کا برپا کردہ انقلاب سب سے بہترین ہے۔ ہم اسی کو سامنے رکھ کر انقلابی راستے کو ہی تجویز کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اخوان سے ہمیں دو بڑے سبق لینے چاہئیں ایک ان کے جوش وجذبہ اور قربانیوں کے اعتبار سے، دوسرا یہ کہ انتخابی سیاست کا راستہ مسلم معاشروں کے اندر موزوں نہیں ہے بلکہ نظام کی تبدیلی کے لیے انقلابی راستہ ہی بہترین راستہ ہے۔

سوال: تنظیم اسلامی کے بیعت فارم میں اللہ تعالیٰ سے وعدے کیے جاتے ہیں کہ میں ہر اس کام کو چھوڑ دوں گا جو اللہ کو ناپسند ہوگا۔ اگر کوئی اللہ کا ناپسندیدہ کام ہو جائے تو کیا یہ وعدہ خلافی نہیں ہے، اس کا کفارہ کیا ہوگا اور کیا اس قسم کے وعدے تنظیم میں نئے آنے والوں کے لیے بھاری تو نہیں ہیں؟ کیا انہیں بیعت فارم سے نکالا نہیں جاسکتا؟

جواب: اس سوال میں تعریفی پہلو یہ ہے کہ بندے کو احساس ہے کہ مجھ سے گناہ ہو جائے تو بڑا غلط کام ہوگا۔ اسی طرح بہت سارے ساتھی پوچھتے ہیں کہ تنظیم میں شامل ہوں گے کیا کرنا ہوگا؟ میں جواب دیتا ہوں کہ کچھ نیا نہیں کرنا ہوگا وہی کرنا ہوگا جو دین اسلام کے تقاضے ہیں۔ کچھ نیا نہیں ہے صرف ایک ڈسپلن کے اندر آدمی آجاتا ہے۔ جہاں تک اللہ سے وعدہ کا تعلق ہے تو اللہ سے وعدہ تو ہم پہلے کر چکے ہیں۔ جب میں نے کہہ دیا کہ (اشھدان لاالٰہ الااللہ و اشھد ان محمداعبدہ و

رسولہ) (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو ہمارے محاورے کے اعتبار سے میں اللہ کے سامنے ہینڈز اپ کر چکا کہ تو ہی میرا اللہ ہے، تو میرا مالک ہے، اب سے صرف تیری مرضی چلے گی، تیرا حکم چلے گا، میں تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آیا لہٰذا اب سے انہی کے اسوہ کی پیروی کروں گا۔ اسی طرح ہم ہر نماز کی ہر رکعت میں کہتے ہیں: ایاک نعبد وایاک نستعین۔ میں تیری ہی عبادت کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا اور تجھ ہی سے مدد مانگتا ہوں اور مانگتا رہوں گا۔ بہت بڑا وعدہ ہے لیکن روزانہ گڑبڑ بھی کرتے ہیں۔ پھر آئندہ کے اعتبار اس کا مستقبل کا ترجمہ بھی ذہن میں رکھیں کہ تیری عبادت کرتے رہیں گے۔ تو یہ ایک ارادہ ہوجائے گا۔ میں تجویز کروں گا کہ دعائے قنوت کا ترجمہ بھی پڑھ لیں جہاں سارے وعدے ہی وعدے ہیں۔ بہر حال ہم روزانہ اس وعدے کو دہرا رہے ہیں۔ اب سوال ہے کہ ایک شخص اسلام میں داخل ہوگیا اور وہ گناہ کر بیٹھتا ہے تو کیا وہ اسلام کو چھوڑ دے گا؟ اسلام کو نہیں چھوڑے گا بلکہ اپنی اصلاح کی کوشش کرے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تمام بنی آدم خطا کار ہیں اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو کثرت سے توبہ کرتے ہیں۔''

صرف انبیاء علیہم السلام معصوم تھے۔ اب نبوت ختم ہوگئی، اب ہر بندہ خطا کار ہے۔ لیکن بہترین خطا کار کون ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔ ہم اصلاً اللہ سے وعدے کر چکے ہیں لیکن تنظیم میں آنے سے اس کا اظہار امیر کے ہاتھ پر بیعت سے ہوتا ہے۔ جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وعدہ تو اللہ سے تھا لیکن اس کا اظہار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے ہوا۔ اس میں اتنی فکرمندی تو ضرور ہونی چاہیے کہ ہم سے گناہ نہ ہوجائے مگر اتنی امید ضرور رہے کہ اگر خطا ہو جائے تو مالک نے توبہ کا دروازہ کھول رکھا ہے۔ بیعت فارم سے اگر ہم الفاظ ہٹالیں تو پھر قرآن پاک کی چھ ہزار سے زائد آیات ہیں ان کا کیا کریں گے، کیا اس میں بھی ہمیں کچھ کم کرنا پڑے گا؟ ہرگز نہیں۔ قرآن پورا بیان ہو گا، احادیث پوری بیان ہوں گی، دین کے تقاضے پورے بیان ہوں گے، اجتماعیت کے تقاضے پورے بیان ہوں گے۔ ہم سب مل کر (وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر) ایک دوسرے کو حق کی وصیت کریں گے ایک دوسرے کی معاونت کریں گے خطا ہوگی تو توبہ کا دروازہ کھلا ہے اور اپنی اصلاح کی کوشش کریں گے۔ ان شاءاللہ ۞۞۞

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(9 تا 17 مئی 2022ء)

پیر، منگل (9، 10 مئی) کو مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی۔ 09 مئی کو بعد نماز عصر ناظم اعلیٰ کے ہمراہ منظور تبسم مرحوم کے صاحبزادگان اور برادران سے ان کے دفتر جا کر تعزیت کی۔ بعد نماز مغرب ''امیر سے ملاقات'' کے پروگرام کی ریکارڈنگ کروائی۔

جمعرات (12 مئی) کو مرکزی مجلس عاملہ کے خصوصی اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔

جمعہ (13 مئی) کو جامع مسجد شادمان ٹاؤن، کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔

ہفتہ، اتوار، پیر (14 تا 16 مئی 2022ء) کو حلقہ کراچی جنوبی کا دورہ فرمایا۔

ہفتہ (14 مئی) کو بعد نماز عشاء ''رمضان کے بعد زندگی کیسے گزاریں'' کے موضوع پر مسجد طیبہ کورنگی میں مفصل خطاب عام ہوا۔ اس میں 800 کے لگ بھگ حضرات وخواتین نے شرکت کی۔ اس حوالے سے انہوں نے گفتگو فرمائی کہ ہمیں ۞ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا ۞ صبر کرنا ۞ استقامت اختیار کرنا ۞ اپنا احتساب کرتے رہنا ۞ انسانوں سے ہمدردی، ۞ حرام سے اجتناب ۞ تقویٰ اختیار کرنا، ۞ رمضان کے تحفہ (قرآن مجید) کی قدر کرنا اور ۞ دینی ماحول سے اپنا تعلق برقرار رکھنے کی ضرورت ہے۔

اتوار (15 مئی) کی صبح ناشتہ پر قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں سربراہ پاک سرزمین پارٹی، مصطفیٰ کمال صاحب سے تقریباً سوا گھنٹہ بھرپور ملاقات رہی۔ اس موقع پر نائب ناظم اعلیٰ جنوبی پاکستان اور امیر حلقہ کراچی جنوبی بھی موجود تھے۔ مصطفیٰ کمال صاحب نے اپنی آپ بیتی اور کراچی کے مہاجرین کے مسائل اور PSP کے مقاصد بیان فرمائے۔ جبکہ امیر محترم نے کلمہ کی بنیاد پر بننے والے ملک پاکستان کو حقیقی معنوں میں اسلامی مملکت بنانے اور مہاجرین کی اولاد کو ان کے بزرگوں کی قربانیوں اور قیام پاکستان کے مقصد اور اس کی تکمیل کے لیے اپنی ذمہ داری ادا کرنے کے حوالہ سے اپنا حصہ ڈالنے پر زور دیا۔

08:30 تا 10:45 بجے حلقہ کے تمام ذمہ داران سے نشست ہوئی۔ سوالات کے جوابات دیئے۔ شرکاء کی تعداد تقریباً 90 تھی۔ 11:00 بجے حلقہ کے تمام رفقاء سے ملاقات کی۔ امیر حلقہ نے حلقہ کراچی جنوبی کا تعارف پیش کیا۔ نئے رفقاء کا تعارف کرایا۔ بعدازاں سوالات کے جوابات دیئے۔ آخر میں بیعت مسنونہ کا اہتمام کیا گیا۔

بعد نماز عصر دورہ ترجمہ قرآن کے شرکاء سے ملاقات کی۔ کل 120 حضرات اور 30 خواتین نے شرکت کی۔ اس موقع پر ''اجتماعیت کی ضرورت واہمیت'' پر گفتگو کی۔ سوالات کے جوابات دیئے گئے۔

بعد نماز عشاء آئمہ مساجد اور علماء کرام سے عشائیہ پر غیر رسمی ملاقات کی۔ اس میں تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے 20 علماء کرام و آئمہ موجود تھے۔ علماء کرام نے اس ملاقات پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے آئندہ بھی رابطہ جاری رکھنے کا اظہار فرمایا۔ امیر محترم نے ان کو تنظیم کی کتب کا ہدیہ پیش کیا۔

پیر (16 مئی) کو بعد نماز فجر دار العلوم مسجد قرطبہ کے امام الطاف الرحمن عباسی سے ملاقات کے لیے شریں جناح کالونی تشریف لے گئے۔ ان سے ایک گھنٹہ ملاقات رہی۔ امیر محترم نے موصوف کی علمی کاوشوں کو سراہا۔ موصوف کو بیان القرآن کا سیٹ اور عربی ڈکشنری ہدیتاً پیش کی گئیں۔ بعدازاں صبح 7 بجے الطاف الرحمن عباسی کے بڑے بھائی مولانا عبیداللہ عباسی اور ان کے بڑے بھائی عباداللہ عباسی سے مسجد صدیق کلفٹن میں ناشتہ پر پونے دو گھنٹے ملاقات کی۔ ان کی مسجد میں دینی پیغامات پر مشتمل جابجا کتبے لگائے گئے تھے۔ مسجد کے مینار پر لگے ہوئے کتبہ پر ''ہمارا نصب العین اقامت دین'' کندہ کیا ہوا تھا۔ انہوں نے اپنی کتب ہدیتاً وفد کو دیں۔ امیر محترم کی طرف سے بھی ان کو تنظیم کی کتب پیش کی گئیں۔

سوا دس بجے حلقہ کے مشیر خصوصی محترم محمد عابد خان کی عیادت کے لیے ان کی رہائش گاہ پر ملاقات کی۔

بعداز نماز ظہر دار العلوم کورنگی میں تنظیم کے وفد کے ہمراہ مفتی تقی عثمانی مدظلہ سے ان کے دفتر میں تقریباً آدھ گھنٹہ ملاقات کی۔ امیر محترم نے سود کے حوالے سے وفاقی شرعی عدالت کے حالیہ فیصلے پر عملدرآمد، خدشات/اندیشے، دینی جماعتوں اور تنظیم کے کرنے کے کام، پاکستان میں رائج دیگر غیر اسلامی قوانین کے خلاف عملی اقدامات کے طریق کار، موجودہ سیاسی بحران اور اس حوالے سے ہماری ذمہ داری اور دیگر موضوعات پر گفتگو کی۔ مفتی صاحب نے بہت مشفقانہ انداز میں مشوروں سے نوازا۔ ملکی حالات کے حوالے سے مشورہ پر انہوں نے فرمایا کہ دونوں فریقین کو سمجھانے کی ضرورت ہے۔ زبان کا لحاظ رکھیں، اس کو کفر و اسلام کی جنگ نہ بنائیں۔ ان سے درخواست کی گئی کہ آپ کی طرف سے یہ بات آجائے تو بہتر ہوگا، اس کا وزن ہوگا۔ انہوں نے اس تجویز سے اتفاق فرمایا۔

انہیں بتایا گیا کہ ہم مختلف شرعی معاملات میں عدالتی کارروائی کرتے ہیں، ان میں شرعی رہنمائی کے لیے آپ کی تائید درکار ہوگی۔ انہوں نے فرمایا کہ ان کا تعاون رہے گا۔ یہ بھی درخواست کی کہ خطابات جمعہ میں آپ کے زیر اثر حلقوں سے آواز آنی چاہیے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کو دیکھیں گے۔ امیر محترم نے مفتی صاحب کو عطر اور کتب کا تحفہ پیش کیا جو انہوں نے بخوشی قبول فرمایا۔

منگل (17 مئی) کو اسلام آباد میں عمران خان سے تنظیمی وفد کے ہمراہ ملاقات کی۔ اس کے علاوہ معمول کی مصروفیات رہیں۔ نائب امیر صاحب سے تنظیمی امور کے حوالے سے مسلسل رابطہ رہا۔

نبی کریم ﷺ کی تحمل مزاجی

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی

تمام تعریفیں اس بابرکت ذات کے لیے ہیں جس نے حضرت محمد ﷺ کو پوری دنیا کے لیے نمونہ بنا کر بھیجا۔ نبی کریم ﷺ کی آمد سے پہلے ہر طرف اندھیرے چھائے ہوئے تھے، افراتفری کا دور دورہ تھا، لوگ ایک دوسرے کو مارنے مرنے پر تلے رہتے تھے۔ اس شدید ظلمت کے دور میں نبی کریم ﷺ کی پیدائش سے ہر طرح اندھیرے اجالوں میں بدلنا شروع ہو گئے۔ آپ کے کریمانہ اخلاق، صدق و وفا، بردباری، تدبر و حکمت بھری شخصیت لوگوں کے دلوں پر حکومت کرتی تھی۔ اعلان نبوت سے پہلے جب حجر اسود رکھنے میں نبی کریم ﷺ کا نام مبارک سامنے آیا تو سب نے آپؐ کی امانت و دیانت اور صداقت و حکمت کا برملا اظہار کرتے ہوئے آپؐ پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا اور پھر آپؐ نے اپنے حکمت بھرے طریقے سے تمام سرداروں کو اس نیک کام میں شامل کر کے امن و اجتماعیت کے پیامبر ہونے کا عملی مظاہرہ کیا۔ بدقسمتی سے یہی دیوانے اعلان نبوت کے بعد آپؐ کے دشمن ہو گئے، لیکن پھر بھی نبی کریم ﷺ نے مکی دور زندگی میں انتہائی صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے گالیوں، پتھروں، دل آزاری کا جواب دعاؤں، نرم انداز گفتگو، ہمدردی اور غم گساری سے دیا۔ یہاں تک کہ جو عورت روزانہ نبی کریم ﷺ کی پاک ذات پر کوڑا ڈالتی تھی، اس کی عیادت کرنے کے لیے پہنچ گئے۔ نبی کریم ﷺ کی اس ہمدردی سے متاثر ہو کر وہ عورت مسلمان ہو گئی۔ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ حالات جتنے بھی غصہ دلانے والے ہی کیوں نہ ہوں مگر میں نے پوری عمر یہی دیکھا کہ ہر کیفیت میں حضور ﷺ نے عفو و درگزر اور بردباری کا اظہار فرمایا۔ تمام تر تکلیفوں کے باوجود اللہ سے عرض گزار ہوتے: ((اَللّٰھُمَّ اھدِ قَومِی فَاِنَّھُم لَا یَعلَمُون)) ”باری تعالیٰ میری قوم کو ہدایت دے یہ مجھے پہچانتے نہیں ہیں۔“

نبی کریم ﷺ کی شفقت کا یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ صلح حدیبیہ کا موقع آیا۔ حضرت عمر ؓ جیسے جلیل القدر صحابی کا بھی خیال تھا کہ ہم سچے ہیں اس لیے ہم ڈر کے پیچھے نہیں ہٹیں گے بلکہ عمرہ کر کے ہی جائیں گے۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے کفار کی تمام شرائط تسلیم کرتے ہوئے واپسی کا حکم فرمایا۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر تحمل مزاجی کے معاشی، معاشرتی اور سیاسی فوائد حاصل ہوئے۔ اس تھوڑے عرصہ میں مسلمانوں کی تجارتی سرگرمیاں محفوظ راستوں سے بڑھ گئیں، عالمی سطح پر مسلمانوں کے صلح پسند ہونے کا چرچا ہوا۔ مدینہ میں رہنے والے غیر مسلموں کے کفار مکہ کو بھڑکا کر اپنے ساتھ ملاتے ہوئے اسلامی ریاست کو ختم کرنے کے ناپاک عزائم چکنا چور ہوئے اور نبی کریم ﷺ اندرونی و بیرونی سازشوں سے بے فکر ہو کر دعوت کے سلسلہ کو عالمی سطح پر فروغ دیا۔ اسلام پھلا پھولا، کفار بے کار ہوتے گئے اور فتح مکہ کی خوشخبری آ گئی۔ اس پر بھی نبی کریم ﷺ نے بدلہ لینے کے بجائے سرداران مکہ کو اعزاز و اکرام بخشتے ہوئے ان کے گھر میں چلے جانے والوں کو مامون قرار دیا۔

اس مسلسل صبر اور تحمل مزاجی نے اسلام کو معاشی، معاشرتی اور سیاسی بنیادوں پر مضبوط کیا۔ نبی کریم ﷺ نے ریاست کی بنیاد کو مضبوط کر دیا جس کے نتیجے میں خلفاء راشدین کے دور میں یہ ریاست نصف دنیا سے تجاوز کر گئی۔

نبی کریم ﷺ کی ساری زندگی تحمل مزاجی سے گزری۔ کبھی جذباتی فیصلہ نہ کیا۔ ایسے ہی شمع رسالت کے پروانوں نے بھی ہر طرح کی تکالیف صبر کے ساتھ برداشت کیں اور طاقت آنے کے بعد بھی حالات کا مقابلہ تحمل مزاجی کے ساتھ کیا۔

ابتداء اسلام میں مسلمانوں نے حبشہ میں ہجرت کی اور کفار نے مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا جال وسیع کرتے ہوئے نجاشی کے پاس جا پہنچے اور اس کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا مگر حضرت جعفر بن طیار ؓ کی مدبرانہ گفتگو نے سب چالاکیوں کو ناکام بنا دیا۔

ایک بدوی نے آپ ﷺ کا دامن پکڑ لیا اور کہنے لگا۔ ”اے محمدؐ! میرا حق مجھے دیجیے۔ میرے دو اونٹوں کو لدوا دیجیے، چاہے اپنی دولت سے اور چاہے اپنے باپ کی دولت سے۔ اس گستاخی پر کسی ردعمل کا اظہار کرنے کے بجائے آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ جو چاہتا ہے، اسے دے دو۔“

حضرت زید بن سنان ؓ نے اپنے قبول اسلام سے قبل کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور ﷺ نے کچھ رقم مجھ سے لی ہوئی تھی، میں مدت معیاد ختم ہونے سے پہلے جا پہنچا اور توہین آمیز لہجے میں کہنے لگا۔ ”بنو ابومطلب قرض لوٹاتے وقت ہمیشہ بہانے تراشتے ہیں۔“ یہ دیکھ کر حضرت عمر ؓ غصے سے بے تاب ہو گئے اور مجھے للکارا۔ ”او دشمن خدا! گستاخی کرتا ہے۔ اگر ہم میں اور یہود میں معاہدہ نہ ہوا ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔ ذرا اپنے لہجے پر غور کر“۔ تو حضور ﷺ نے متبسم انداز میں فرمایا: ”اے عمرؓ! اس آدمی کا قرض ادا کر دو اور اس سے سخت کلام کرنے کے عوض بیس صاع زیادہ دینا۔“

ان تمام حالات و واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ نرم گفتگو، صبر اور تحمل مزاجی نے اسلام کی اشاعت میں بنیادی کردار ادا کیا، ہر چیز کو جذباتی انداز میں کرنے کے بجائے سوچ سمجھ کر دیرپا فائدے کو سامنے رکھتے ہوئے کیے جانے والے فیصلوں کے مثبت اور مضبوط اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے نہ صرف خود تحمل مزاجی کا مظاہرہ کیا بلکہ حضرت عمر ؓ کو بھی تحمل مزاجی کا سبق دیتے ہوئے ان کے غصے کے بدلے زائد رقم ادا کرنے کا حکم فرمایا۔

لوگوں کی باہمی کش مکش اور افراتفری کو دیکھتے ہوئے لگتا ہے کہ وہی ظلم و بربریت کا دور پھر سے لوٹ آیا ہے۔ ہر انسان پہلے مفتی بنتا ہے، پھر قاضی بن کر فیصلہ کرتا ہے اور ساتھ ہی جلاد بن کر اپنے اس فیصلے پر عمل درآمد کرتے ہوئے مدمقابل کو ذبح کر دیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ پر جان نچھاور کرنے والے صحابہؓ کے سامنے گستاخیاں ہوئیں لیکن صحابہؓ ہمیشہ نبی کریم ﷺ کے اشارے کے منتظر رہے،

کبھی کسی نے اپنی مرضی کو نبی کریم ﷺ کی مرضی پر ترجیح نہیں دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے متعدد بار نبی کریم ﷺ سے کچھ لوگوں کے بارے میں اجازت طلب کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اجازت دیں میں اسے قتل کر دوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عشق رسول ﷺ میں بھی اطاعت رسول ﷺ ضروری ہے۔

وطن عزیز میں ایسے متعدد واقعات ہو رہے ہیں کہ لوگ بلا تحقیق اشتعال میں آ کر انسانیت سوز رویہ اختیار کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ سے عشق میں نبی کریم ﷺ کے طرز زندگی کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ حالانکہ عشق رسول ﷺ کا سب سے پہلا تقاضا اطاعت رسول ﷺ ہے مگر عجیب بات ہے کہ لوگ عشق رسول ﷺ میں اطاعت رسول ﷺ بھول جاتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کو تو مانتے ہیں مگر ان کی تعلیمات اور عمل سے بہت دور رہتے ہیں۔ جید علماء کرام کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ علی الاعلان درست مؤقف کی وضاحت کریں تاکہ غیر اسلامی رویوں کی مذمت اور بیخ کنی ہو سکے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہمیں اسوۂ حسنہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین ۞۞

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام

کُلّیۃ القُرآن (قرآن کالج) لاہور

بانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

وفاق المدارس سے الحاق شدہ

191- اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

"تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو خود قرآن سیکھیں اور دوسروں کو قرآن سکھائیں۔" (حدیث نبوی ﷺ)

تبدیلی تاریخ داخلہ ٹیسٹ

داخلہ برائے درجہ اولیٰ (درس نظامی) و جماعت نہم / ایف اے

لانگ مارچ اور دھرنا کی وجہ سے حکومت نے 25 مئی 2022ء کو سڑکیں اور راستے بند کر دیے تھے۔ جس کی وجہ سے بیرون لاہور سے آنے والے بے شمار طلبہ داخلہ ٹیسٹ کے لیے کلیۃ القرآن نہ پہنچ سکے۔

اب داخلہ ٹیسٹ کی نئی تاریخ 06 جون 2022ء بروز سوموار صبح 08:00 بجے مقرر کی گئی ہے۔

لہٰذا داخلہ کے خواہش مند طلبہ اس ٹیسٹ میں شرکت کر سکتے ہیں۔

نوٹ: ☆ اس سال میٹرک کا امتحان دینے والے طلبہ رزلٹ کا انتظار کیے بغیر داخلہ لے سکتے ہیں۔

☆ داخلہ ٹیسٹ کی مقررہ تاریخ سے پہلے آنے والے طلبہ کو داخلہ ٹیسٹ کی تیاری کروائی جائے گی۔

برائے معلومات

دفتری اوقات کے دوران 042-35833637

دفتری اوقات کے بعد 0301-4882395

المعلن

حافظ عاطف وحید، مہتمم

ریاض اسماعیل، پرنسپل

غلبۂ اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں

تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ میثاق لاہور

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

شمارہ جون 2022ء

ذوالقعدہ ۱۴۴۳ھ

مشمولات

☆ امریکہ کی غلامی اور فتنۂ دجّال — ادارہ

☆ عشرۂ ذوالحجہ: فضائل و اعمال — عاطف محمود

☆ اللہ تعالیٰ کی خصوصی نعمت "پاکستان" کی ناشکری — خورشید انجم

☆ قرآن مجید سے بُعد اور بیگانگی کے اسباب — پروفیسر یوسف سلیم چشتیؒ

☆ عمر رسیدہ مسلمان — پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

☆ تفسیر کا ارتقاء — پروفیسر حافظ محمد قاسم رضوان

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا "بیان القرآن" باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!

☆ صفحات: 84 ☆ قیمت فی شمارہ: 40 روپے ☆ سالانہ زر تعاون (اندرون ملک) 400 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور

36- کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

ضرورت رشتہ

☆ لڑکا، عمر 36 سال، قد 5.8، تعلیم بی کام، سعودی عرب میں ملازمت، عقد ثانی (سابقہ بیوی سے 4 سال کی بیٹی) کے لیے صوم وصلوٰۃ کی پابند، خوبصورت اور نیک سیرت اور تعلیم یافتہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0300-2127097

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 29 سال، تعلیم سافٹ ویئر انجینئر کے لیے لاہور سے دینی مزاج کی حامل، تعلیم یافتہ، ہم پلہ، 24 سال تک کی لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0321-4366797

☆ راولپنڈی میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 29 سال کے لیے دینی مزاج کے حامل، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ راولپنڈی اور گردونواح کے رہائشی قابل ترجیح۔

برائے رابطہ: 0333-5325418

0321-9570638

اپنی شناخت

راحیل گوہر

اس کائنات میں کوئی بھی عمل یا حرکت اچانک یا اتفاقاً وقوع پذیر نہیں ہوتا ہے بلکہ حادثات، سانحات، وبائیں، زلزلے، طوفان، جنگ کی تباہ کاریاں اور فتح و شکست، سب کچھ اللہ کے پاس ایک کتاب یعنی لوحِ محفوظ میں ابتدائے آفرینش سے ہی لکھا ہوا ہے۔ اور ان سب کی عملی تشکیل اس دنیا میں ہوتی ہے، جس میں کچھ کا اظہار قدرت خداوندی کے تحت ہوتا ہے جو تکوینی حکمتوں کا لازمی تقاضا ہے۔ جبکہ اکثر دنیوی معاملات میں بنی نوع انساں کے اپنے کرتوت شامل ہوتے ہیں۔ جیسے وہ قدرت کی طرف سے دی ہوئی اختیار وارادہ کی آزادی کے بل پر کرتا رہتا ہے۔ ازروئے قرآن حکیم: ''حقیقت یہ ہے کہ انسان کھلی سرکشی کر رہا ہے، کیونکہ اس نے اپنے آپ کو بے نیاز سمجھ لیا ہے۔'' (سورۃ العلق)

اس حقیقت سے سب واقف ہیں کہ ہر اچھے برے عمل کا ردِّعمل ضرور ہوتا ہے، آپ گیند کو جتنی طاقت کے ساتھ دیوار پر ماریں گے وہ اتنی طاقت کے ساتھ آپ کی طرف واپس آئے گی۔ یہ عمل کا ردِّعمل ہوتا ہے۔ اگر آپ چاہیں کہ آپ کسی بلندی سے چھلانگ لگا دیں اور محفوظ رہیں، دہکتی ہوئی آگ میں جا گھسیں اور وہ آپ کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جائے تو یہ آپ کے دماغ کا خلل تو ہو سکتا ہے، عقلمندی کی علامت نہیں۔

یہ کائنات طبیعی اصول وضوابط کے تحت چل رہی ہے، اس لیے جب بھی ان اصولوں اور ضابطوں کو توڑا جائے گا تو نتیجہ ہلاکت و بربادی ہی نکلے گا۔ چنانچہ انسان کے مادی وسائل کے حصول میں جب بھی کوئی رکاوٹیں، مسائل، مقتدر طبقات کی طرف سے ظلم وزیادتی سامنے آتی ہے، اس میں یقیناً ان لوگوں کا بھی بہت بڑا کردار ہوتا ہے جو اس ظلم وستم کا شکار ہو رہے ہوتے ہیں۔ کیونکہ ہر عمل کا ردِّعمل فطرت کا تقاضا ہے۔ اگر ظالم، بے حس اور جوہر انسانیت سے عاری کوئی حکمران کسی قوم پر مسلط ہے تو یہ ردِّعمل ہے ان کے اپنے برے کرتوتوں کا۔ ارشاد ربانی ہے: ''اور تمہیں جو کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کیے ہوئے کاموں کی وجہ سے پہنچتی ہے، اور وہ بہت سے کاموں سے درگزر ہی کرتا ہے۔'' (سورۃ الشوریٰ) سورۂ روم میں ارشاد فرمایا: ''لوگوں نے اپنے ہاتھوں کی جو کمائی، اُس کی وجہ سے خشکی اور تری میں فساد پھیلا، تاکہ جو انہوں نے جو کام کیے ہیں اللہ ان میں سے کچھ کا مزا انہیں چکھائے، شاید وہ باز آجائیں۔''

ہم جو فیصلے کرتے ہیں اس کے اچھے یا برے نتائج ہمارے ساتھ پوری قوم کو بھگتنے پڑتے ہیں۔ ملک کا نظم و نسق چلانے کے لیے عقل وشعور کو اپنے فکر وعمل میں لائے بغیر مفاد پرست لوگوں کی طرف سے آنکھیں بند کر کے دھوکے بازوں کا انتخاب کر لینا اپنے آپ کو جیتے جی مار دینے کے مترادف ہے۔ جس کا ردِّعمل جبر وظلم، مہنگائی، لوٹ مار، قتل وغارت اور سسک سسک کر جینے کی شکل میں سامنے آتا ہے اور آ رہا ہے۔ حکمران ایک دوسرے پر بہتان طرازیاں کر کے، اپنی ذمہ داریاں دوسروں پر ڈال کر ملک کی کوئی خدمت نہیں کرتے بلکہ حکمرانوں کا یہ طرزعمل نہ صرف ملک کی ترقی اور خوشحالی کے راستے میں رکاوٹیں ڈالتا ہے بلکہ ملک کی بربادی کی الٹی گنتی شروع ہو جاتی ہے۔ اور آج ہم سب ایسے ہی گرداب میں پھنس چکے ہیں اور دور دور تک بہتری کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی۔ سوائے بے حس اور شرم وحیا سے عاری اور بے ضمیر حکمرانوں کی بے سروپا باتوں اور جاگتی آنکھوں کے سنہرے خواب کے سوا کچھ نہیں۔

ہم جن لوگوں کا انتخاب کرتے ہیں ان کے بارے میں یہ اطمینان ہونا ضروری ہے کہ وہ ملک وقوم کی فلاح اور اس کی خوشحالی کے لیے کیا واقعی صحیح کردار ادا کر سکیں گے یا جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں اور جو وعدے قوم سے کر رہے ہیں اس میں کتنے مخلص ہیں۔ اقربا پروری، اپنے مفادات کا تحفظ اور ان کی لچھے دار باتوں کے سحر میں گرفتار ہو کر کہیں ہم اپنا اور اپنی قوم کا مستقبل داؤ پر تو نہیں لگا رہے؟ اگر لیڈر کا انتخاب کرتے وقت یہ سب کچھ بھول کر کسی بھی سنہرے خواب دکھانے والوں کو اپنے اوپر مسلط کر لیں گے تو ہم اپنے آپ کو جیتے جی مار دیں گے۔

ہمارے ملک میں اس وقت مہنگائی آسمانوں کو چھو رہی ہے۔ ہر شخص پریشان ہے، عزت دار آدمی کے لیے دو وقت کی روٹی کھانا دوبھر ہو گیا ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو کالے کو سفید اور سفید دھن کو کالا بنانے کے ماہر ہیں، ان کے عیش وعشرت میں تو ذرہ برابر بھی کمی نہیں ہوئی ہے۔ اس حقیقت سے ہر خاص وعام اچھی طرح واقف ہیں کہ ہمارا ملک مافیاز کے چنگل میں پوری طرح جکڑا ہوا ہے۔ حکومت اس کے سامنے بے دست و پا ہو چکی ہے، ان مافیاز کو کھل کھیلنے کے وافر مواقع حاصل ہیں۔ حکومت کی کرسیوں پر بیٹھے لوگ ان مافیاز کا حصہ ہیں اور سوائے بیانات دینے اور مافیاز کے خلاف کارروائیاں کرنے کے دلاسے دینے کے علاوہ کچھ نہیں کر پا رہے۔ اغیار کے ہاتھوں بکے ہوئے لوگوں میں اتنی ہمت ہی نہیں رہتی کہ وہ بدعنوان افراد کے خلاف کوئی ٹھوس قدم اٹھا سکیں۔ کیونکہ ان کے تو اپنے اندر بہت جھول ہوتے ہیں، انہیں اپنی فائلیں کھلنے کا خوف لاحق رہتا ہے، زبان کھولیں تو کیونکر؟ اس حمام میں تو سارے ہی ننگے ہیں۔

ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ اس کی بنیادی وجہ وہی عمل کا ردِّعمل ہے۔ ہم یہ بھلا بیٹھے ہیں کہ ہم نے اپنے ربّ سے ایک وعدہ کیا تھا کہ ہمیں ایک الگ خطہ زمین عطا فرما دے جہاں قرآن وسنت کے مطابق اپنے زندگیوں کو ڈھالیں گے، تیرے دین کو اس زمین پر قائم کریں گے۔ ہم باطل قوتوں سے آزاد ہو کر سکون و راحت سے تیرے اس مقصد کو پورا کریں جس مقصد کے تحت تو نے ہمیں اس دنیا میں بھیجا ہے۔ اس سے پہلے ہم جہاں زندگی گزار رہے تھے وہاں، سیاسی، معاشی اور سماجی ہر لحاظ سے فکر وتردد اور دو قوموں کے دباؤ کی وجہ سے ہمیں اپنی شناخت کو بچانا بھی دشوار ہو رہا تھا۔ ہم نے اپنے ربّ کے سامنے دستِ سوال دراز کیا، اس کے سامنے اپنا دامنِ آرزو پھیلایا، ربّ نے ہمیں مایوس نہیں کیا اور ہمارے دل کی مراد بر آئی۔ بلاشبہ جان و مال اور آبرو کی قربانیاں دینا پڑیں۔ یہ

The Biggest Company in the World and Its Social Engineering Agenda

Yet another rising star in the world of ridiculously wealthy corporations and elite organizations trying to rule the world and reshape society is BlackRock. BlackRock burnished its reputation as the world's largest asset manager last year when it revealed in its Q4 earnings reports that its assets under management had finally topped $10 trillion, marking a new world record for a publicly-traded asset manager. That amount – $10 trillion – is staggeringly huge. In fact, it's almost half of the US's GDP.

The company, run by Jewish oligarch Larry Fink, has become so big that people who understand the economic world have made some pretty big claims about the company and its CEO, including placing Fink at the hub of the wheel of American capitalism. This wealth was accumulated not just through its business of investment management, but also due to the special privilege it receives at the hands of the US government in the form of hefty rewards such as government contracts. Today, through an array of government contracts, BlackRock has effectively become the leading manager of Washington's bailout of Wall Street. "It's like the Blackwater of finance, almost a shadow government," says one senior bank executive, referring to the mountain of government contracts awarded to the firm.

Despite such a status, the general public knows little to nothing about it. The name BlackRock doesn't ring the same bells that Amazon or Tesla would, just like the name Fink doesn't ring the same bells as Bezos or Musk. This is because their rise to power was mostly done in secret, through hidden meetings and shady deals behind closed doors. "He's like the Wizard of Oz," another source says, "The man behind the curtain."

BlackRock is a major shareholder of companies like Apple, Microsoft, Google, Meta, and Amazon – the companies that constitute Big Tech. These companies are responsible for what essentially makes up Western-backed social media today. Most online communication is done through these media platforms. Most information is acquired through these platforms.BlackRock also owns several news sites; eighteen percent of Fox, sixteen percent of CBS (Sixty Minutes fame), thirteen percent of Comcast (which owns NBC, MSNBC, CNBC, and the Sky media group), twelve percent of CNN, twelve percent of Disney (which owns ABC and FiveThirtyEight); between ten and fourteen percent of Gannett, which owns more than 250 Gannett daily newspapers plus USA Today, a large unspecified chunk of Graham Media Group, which owns Slateand Foreign Policy, along with major shareholding in media around the world.Mainstream media and social network platforms are the biggest and most central source of the planet's (dis)information. We learn what happens in the world through these mediums. Public perception is shaped through them. The collective and toxic liberal, atheist and feminist hivemind that can be seen in online spaces today was birthed by the psychological priming on these platforms.BlackRock also owns shares in both Disney and Netflix. We all know about the insane level of influence that the entertainment industry has had on both children and adults alike, who heavily consume such content

promoting all kinds of woke, liberal, feminist, satanic, and LGBTQ+ ideologies and tropes. BlackRockalso possesses shares in many healthcare companies. Healthcare companies such asPfizer and Moderna... The same company that invests in so many healthcare companies such as Moderna also has shares in McDonald's... BlackRock has also pooled its unending hoard of money into Chinese CCP,Israeli IDF and Indian owned surveillance companies that invent technologies used in the tracking and capturing our oppressed Uyghur, Palestinian and Kashmiri Muslim brothers and sisters. The list goes on...

BlackRock has a declared policy of "influencing society".Laurence D. Fink, the Jewish founder and chief executive of the investment firm BlackRock has made it clear on more than one occasions that BlackRock will "serve an important social purpose" in "both public and private" domains. It will "finance and influence issues like gay rights, Jewish rights, universal equality of women and freedom of expression and speech".

Meanwhile, we as Muslims need to be aware of these enemies, who now attack us from every side. If not physically like in places such as Palestine and Kashmir, then spiritually and ideologically, thrusting us into the pits of a modern lifestyle until we are hooked on their entertainment and fast food, making sure we drink information only through their biased straws. These enemies want to keep the upcoming generation of Muslims in the modern world as far away from Islam as possible, and as close to liberalism, atheism and feminism as possible. Muslims need to battle this lifestyle and ensure that true Islam is preserved for generations to come. And the first step is to **spread awareness** of these imminent dangers.

The Nida-e-Khilafat Team

فطرت کا تقاضا کہ کچھ پانے لیے کچھ کھونا تو پڑتا ہے۔کامیابی ناکامیوں کی کوکھ سے ہی جنم لیتی ہے، بازی جیتنے کے لیے کبھی ہارنا بھی پڑ جاتا ہے۔لیکن جذبہ اگر صادق ہو تو کامیابی تمام ناکامیوں پر پانی پھیر دیتی ہے۔اور فتح کا پرچم لہرا کر ہی رہتا، یہ صداقت اور دیانتداری کا ردِّعمل ہے۔

لیکن کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ہم نے اپنی بداعمالیوں، سیاہ کرتوتوں، مفاد، لالچ، بے غیرتی، ضمیر فرشی کا مظاہرہ شروع کر دیا، جن سے آزادی حاصل کی تھی انہیں کے آگے جا کر سجدہ ریز ہو گئے۔اپنی خودی، اپنی غیرت، مسجودِ ملائک ہونے کی عظمت، سب کو مٹی میں ملا دیا، محض اس لیے کہ ہمارا اپنا گھر دنیا کی تمام آسائشوں سے مالا مال رہے، غیرت، عزت، ضمیر اور جوہر انسانیت سب کتابی باتیں ہیں۔جو عملی زندگی میں کام نہیں آتیں۔عقل مند وہی ہے جو بہتی گنگا میں ہاتھ دھو لے، جو ڈر گیا وہ مر گیا۔یہ ہے آج کی مادہ پرستانہ زندگی کا فلسفہ!

ہم ناشکرے بھی ہیں اور احسان فراموش بھی، ہم بھانڈوں اور مسخروں کو انتہائی اعزاز و اکرام کے ساتھ پیوند خاک کرتے ہیں اور جس نے ملک وقوم کو عزت اور وقار سے نوازا، دنیاوی اعتبار سے قوت وعظمت عطا کی، دشمنوں کے حوصلے پست کیے، اسے یوں خاموشی سے سپردِ خاک کر دیتے ہیں گویا وہ کوئی بے نام اور بے حیثیت انسان ہو۔

وطن کی فکر کر ناداں! مصیبت آنے والی ہے
تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

☆☆☆

رفقاء متوجہ ہوں
ان شاءاللہ

”دفتر تنظیم اسلامی عقب شیل پمپ، نیو بہگام جی ٹی روڈ گوجر خان (حلقہ پوٹھوہار)“ میں

10 تا 12 جون 2022ء

(بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

امراء، نقباء ومعاونین
تربیتی ومشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ: درج ذیل موضوع پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔

ذمہ داران سے گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔

☆ اسلام کا انقلابی منشور (سیاسی سطح پر)

زیادہ سے زیادہ امراء، نقباء ومعاونین پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0311-5030220 / 051-3510334

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 78-35473375(042)

Vol. 31 Regd. C.P.L NO. 114 No.21

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore